وہابی تحریک

تاریخ اور عقائد

شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ

تصنیف

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی

ترجمہ وتلخیص

مولانا غلام قادر بھیروی

وہابی تحریک
تاریخ اور عقائد

یعنی

شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ

تصنیف

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترجمہ

علامہ غلام قادر بھیروی

ترتیب و تصحیح

محمد خالد قادری مجیدی

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات ۷۵

کتاب: شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ
مصنف: مولانا شاہ فضل رسول قادری
مترجم: مولانا غلام قادر بھیروی
طبع اول: ۱۳۰۰ھ
طبع جدید: جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ/مئی ۲۰۱۲ء

برائے ایصال ثواب
حاجی عبدالرحمٰن قادری قریشی بدایونی

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.com

Distributor	*Distributor*
Maktaba Jam-e-Noor	**Khwaja Book Depot.**
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	419/2,Matia Mahal
Phone : 011-23281418	Jama Masjid, Delhi-6
	Mob. : 0091-9313086318

فہرست مشمولات

عنوان **صفحه**

ابتدائیہ 7

بوارق محمدیہ ایک مطالعہ

از: مولانا اسید الحق قادری

9--35

کتاب کا نام اور سنہ تالیف 11
سبب تالیف 11
بوارق محمدیہ کا قلمی نسخہ 12
بوارق محمدیہ کی اشاعت 13
بوارق محمدیہ کے مشمولات 14
بوارق محمدیہ پر اکابر ملت کا اعتماد 16
بوارق محمدیہ کا جواب اور جواب الجواب 18
بوارق محمدیہ اور مولانا ابو الکلام آزاد 20
بوارق محمدیہ کا ترجمہ شوارق صمدیہ 32
بوارق محمدیہ کے مترجم مولانا غلام قادر بھیروی 33

شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ

37--74

عرب میں وہابیت کا آغاز 37
کتاب التوحید کی تصنیف 39
وہابیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ 40
وہابیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ 42
شیخ عمر بن عبد الرسول سے مناظرہ 43
ابراہیم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ 44

یمن اور مسقط میں فرقہ وہابیہ کا ظہور 45
ہندوستان میں وہابیت کا آغاز 46
سید احمد رائے بریلوی کے مراتب و کمالات 46
کتاب صراط مستقیم کی چند عبارتیں 48
تقویت الایمان کی تصنیف 51
علمائے دہلی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد 52
علامہ فضل حق خیرآبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی 53
شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک جہاد 54
فرقۂ ظاہریہ اور داؤد ظاہری 55
ابن حزم ظاہری کا احوال 56
شیخ ابن تیمیہ کے احوال 57
فرقۂ ظاہریہ کے بعض عقیدے 59
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار 60
شاہ اسماعیل دہلوی اور انکار تقلید 60
شاہ اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے 61
پہلا باب عقائد نجدیہ کے بیان میں 62
اہل سنت کے نزدیک ایمان کی تعریف 63
اہل سنت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا حکم 64
مرتکب کبیرہ کے عدم ایمان پر معتزلہ کی پہلی دلیل 64
معتزلہ کی پہلی دلیل کا جواب 64
معتزلہ کی دوسری دلیل 64
معتزلہ کی دوسری دلیل کا جواب 65
معتزلہ کی تیسری دلیل 65
معتزلہ کی تیسری دلیل کا جواب 65
رکن، علت، سبب، شرط، اور علامت کے درمیان فرق 66
وہابیہ کو پانچ تنبیہات 67
اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط 68
تقویت الایمان کی چند عبارات کا رد 70
خانوادۂ شاہ ولی اللہ اور افکار اسماعیل دہلوی 72

☆☆☆

انتساب

شوارق صمدیہ کی اشاعت جدید
مترجم کے مرشد طریقت
شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ
(ولادت: ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء۔ وفات: ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء)
اور
مترجم کے استاذ محترم
حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی
(ولادت: ۱۲۰۴ھ/ ۱۷۸۹ء– وفات: ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء)
کے نام منسوب کی جاتی ہے۔

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۷۰؍ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، اکابر بدایوں کی سیرت و سوانح، باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم و جدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل سلجھا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج الفحول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادۂ قادریہ سے وابستہ علما، مشائخ اور ادبا و شعرا کی قدیم و نایاب تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے، اور ان عظیم شخصیات کے علوم و معارف اور ان کی حیات و خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے، بفضلہٖ تعالیٰ اکیڈمی نے اس سمت میں بھی کامیاب کوششیں کی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب ’’شوارق صمدیہ‘‘ سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ کی معرکۃ الآرا کتاب ’’بوارق محمدیہ‘‘ کے ابتدائی حصے کا ترجمہ ہے، یہ ترجمہ پنجاب کے زبردست عالم حضرت علامہ غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آج سے ۱۳۳ر سال قبل کیا تھا۔ اب ایک صدی سے زیادہ عرصے کے بعد تاج الفحول اکیڈمی اس کتاب کو دوبارہ شائع کر رہی ہے۔

شوارق صمدیہ کا یہ قدیم نسخہ جناب محمد ابرار عطاری صاحب (لاہور، پاکستان) کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود تھا، میرے کرم فرما جناب محمد ثاقب رضا قادری (لاہور، پاکستان) کی عنایت سے مجھے دستیاب ہوا، اس کے لیے مَیں ان دونوں حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

اکابر کی جن کتابوں کے ترجمے اور تحقیق و تخریج کا مَیں ارادہ رکھتا ہوں ان میں بوارق محمدیہ بھی شامل ہے، یہ کتاب اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہم ہے، کتاب مبسوط اور خالص تحقیقی نوعیت کی ہے اس لیے اس کے ترجمے اور تحقیق و تخریج کے لیے کافی وقت درکار ہے، فی الحال مَیں بعض دوسری کتابوں پر کام کر رہا ہوں، اس لیے سر دست بوارق محمدیہ کا ترجمہ ’’شوارق صمدیہ‘‘ ہی شایع کیا جا رہا ہے۔

شوارق صمدیہ کی ترتیب جدید اور تصحیح کا اہم کام عزیزم مولانا خالد قادری مجیدی (فاضل مدرسہ قادریہ بدایوں) نے انجام دیا ہے، عزیز موصوف کی مکمل تعلیم مدرسہ قادریہ میں ہوئی ہے، گذشتہ برس فراغت حاصل کی اور اب شوال ۱۴۳۲ھ سے مدرسہ قادریہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی تحقیق، تخریج اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں تربیت حاصل کر رہے ہیں، فی الحال حضرت مفتی حسین احمد قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل مدرسہ قادریہ و سابق مفتی ریاست پھاسو) کی کتاب ’’تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استحباب القیام‘‘ کی تحقیق و تخریج میں مصروف ہیں جو ان شاءاللہ عن قریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

رب قدیر ومقتدر عزیز موصوف کی عمر، علم اور اقبال میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کو دین متین کی بیش بہا خدمت کی توفیق بخشے۔

شوارق صمدیہ کی ترتیب جدید کے سلسلے میں مَیں نے عزیز موصوف کو چند ہدایات دی تھیں، یہ کام انہیں کی روشنی میں کیا گیا۔ ترتیب جدید میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا گیا ہے:

(۱) اغلاط کتابت کی تصحیح کے علاوہ متن میں کسی قسم کا تصرف نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) کتاب کی جدید کمپوزنگ کے وقت قدیم املا ترک کر کے موجودہ رائج املا اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً آوے اور جاوے کو آئے اور جائے، وغیرہ۔

(۳) قدیم کتاب میں جہاں مترجم کا حاشیہ تھا اس کے بعد بریکٹ میں ''مترجم'' لکھ دیا گیا ہے، اور جہاں نیا حاشیہ چڑھایا گیا ہے وہاں ''مرتب'' لکھا گیا ہے۔

(۴) چند مقامات پر مترجم سے ترجمے میں سہو ہوا تھا ایسے مقامات پر اصل متن کو باقی رکھتے ہوئے حاشیے میں صحیح ترجمے کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

(۵) کتاب قدیم طرز پر مسلسل مضمون کی شکل میں تھی، لہٰذا مختلف مقامات پر مناسب عناوین کا اضافہ اور پیرابندی کر دی گئی ہے۔

بوارق محمدیہ کے تعارف کے لیے راقم نے نہایت عجلت میں ایک مضمون قلم بند کیا ہے جو کتاب میں بطور مقدمہ شامل کیا جا رہا ہے، اس میں مختلف پہلوؤں سے کتاب کے تعارف کی کوشش کی گئی ہے۔

رب قدیر ومقتدر اس خدمت کو قبول فرمائے، اس کتاب کو مخلوق کے لیے نافع بنائے، اور اکیڈمی کے رفقا، کارکنان اور معاونین کو دینی خدمات کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ   اسید الحق قادری بدایونی
ہفتہ، ۱۴؍ اپریل ۲۰۱۲ء   خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

☆☆☆

بوارق محمدیہ: ایک تعارف

مولانا اسید الحق قادری
خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی (ولادت: ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء - وفات: ۸۹ ۱۲ھ/۱۸۷۲ء) برصغیر ہندو پاک کے جید عالم دین، متکلم، اصولی، مناظر، مصنف، خدا رسیدہ بزرگ اور اپنے زمانے میں اہل سنت و جماعت کے مقتدا و پیشوا کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔

آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں میں ایک اہم گوشہ بد عقیدگی، فکری انحراف، اور اہانت انبیا و اولیا کی تحریک کے خلاف آپ کے جہاد بالقلم سے عبارت ہے۔ مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے اور سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے بھتیجے شاہ اسماعیل دہلوی نے جب اپنے آبائی و خاندانی مسلک و منہاج سے انحراف کر کے شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مخصوص عقائد و نظریات کو ہندوستان میں درآمد کیا تو اس کے خلاف سب سے اہم کردار حضرت سیف اللہ المسلول نے ادا کیا اور اسلامیان ہند کے عقائد و مسلک کے تحفظ کے لیے تصنیف و تالیف کا ایک ایسا سلسلہ قائم فرمایا جس کے ذریعے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز نمایاں ہو گیا۔

آپ نے اس سلسلے میں عربی، فارسی اور اردو میں ایک درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں، عربی میں المعتقد المنتقد، فارسی میں البوارق المحمدیہ، احقاق حق اور تصحیح المسائل، اردو میں سیف الجبار، فصل الخطاب اور فوز المؤمنین اہم تصانیف ہیں۔

آپ کی اس خدمت کا اعتراف معاصرین و متأخرین سبھی اہل علم و تاریخ نے کیا ہے، مگر زاویۂ نظر کا فرق ہے، بعض نے مثبت انداز میں آپ کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور بعض نے منفی انداز میں۔

استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی آپ کی کتاب المعتقد المنتقد کے بارے میں لکھتے ہیں:

گمراہ اس کے ذریعے اہل سنت کے روشن راستوں کی طرف راہ پاتا ہے،

> اور پیاسا اس کے ذریعے روشن شریعت کے دائمی اور محفوظ چشمے سے سیراب ہوتا ہے، اس کے ذریعے انہوں نے مذہبی سچے عقائد اور گھٹیا فرقوں کی لایعنی باتوں کے درمیان خط امتیاز کو روشن کیا، اور اس کے ذریعے معتزلہ اور نجدیوں جیسے عقل کے اندھوں کے گھٹیا عیبوں کا پردہ فاش کیا ہے، چنانچہ اس کے ذریعے انہوں نے حق کو بالکل واضح کردیا، اور ہر نجدی کو شکست خوردہ اور زمیں بوس کردیا بلکہ ہلاک اور زیرلحد کردیا۔(۱)

مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی فرماتے ہیں:

> مَیں نے اس رسالے کو لفظ و معنیٰ کے اعتبار سے عمدہ اور بہترین، نظم و ترتیب کے اعتبار سے چمکتا دمکتا، اور رفیع الشان پایا، علم کلام میں تصنیف کی جانے والی کوئی کتاب اس کے قریب نظر نہیں آتی، اور اس موضوع پر تالیف کیا جانے والا کوئی بھی رسالہ اس کے برابر نہیں ہے۔(۲)

یہ تصویر کا ایک رخ ہے، دوسری طرف جماعت اسلامی کے سرگرم رکن اور عربی زبان و ادب کے معروف اسکالر مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

> مکہ معظّمہ کے شیخ احمد زینی دحلان اور بدایوں کے مولوی فضل رسول اور ان کے پیروؤں کی کوشش سے (وہابیوں کے خلاف) افتراپردازیوں اور بہتان طرازیوں کا ایک انبار لگ گیا، جس سے کم و بیش آج تک جاہل اور عوام متاثر ہیں(۳)

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں:

> مولانا فضل رسول صاحب بدایونی وہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے شاہ محمد اسماعیل شہید، تقویت الایمان اور ان کی دعوت توحید و سنت کے خلاف ایک

---

(۱)(عربی سے اردو ترجمہ) تقریظ علامہ فضل حق خیرآبادی بر المعتقد المنتقد: ص۴، مطبع اہل سنت پٹنہ، ۱۳۲۱ھ

(۲)(عربی سے اردو ترجمہ) تقریظ مفتی آزردہ بر المعتقد المنتقد: ص۵، مطبع اہل سنت پٹنہ، ۱۳۲۱ھ

(۳) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک: مسعود عالم ندوی، ص: ۱۴، ۱۵/ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۹۹ء

> بڑی جد جہد کی ابتدا کی (۱)

ڈاکٹر شمس بدایونی لکھتے ہیں:

> مولانا فضل رسول پہلے ہندوستانی عالم ہیں جنھوں نے شاہ اسماعیل شہید اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے درمیان فکری رابطے تلاش کیے اور اسی نسبت سے ان پر لفظ ''وہابی'' کا اطلاق کیا۔ مسلمانانِ ہند کی قومی تاریخ میں لفظ ''وہابی'' کا غالباً یہ اولین استعمال تھا (۲)

ان اقتباسات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ''وہابی نظریات'' کے خلاف حضرت سیف اللہ المسلول کی خدمات ایسی جامع اور وقیع ہیں کہ ان کا اعتراف اپنے اور پرائے سبھی نے کیا ہے۔

یہاں ہم حضرت کی اسی سلسلے کی تصانیف میں سے ایک اہم کتاب ''البوارق المحمدیہ'' کا تعارف کروا رہے ہیں۔

کتاب کا نام اور سنہ تالیف: اس کتاب کے دو نام ہیں:

(۱) البوارق المحمدية لرجم الشياطين النجدية (۳)

(۲) سوط الرحمٰن على قرن الشيطان

یہ دونوں تاریخی نام ہیں جن سے کتاب کا سنہ تالیف ۱۲۶۵ھ (۴۹-۱۸۴۸ء) برآمد ہوتا ہے، کتاب فارسی زبان میں ہے۔

سبب تالیف: مصنف کے صاحبزادے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی نے اپنے رسالے ''تحفۂ فیض'' میں بوارق محمدیہ کی وجہ تالیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت سیف اللہ المسلول دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب صاحب تشریف فرما ہیں اور آپ کے دونوں ہاتھوں پر کتابوں کا انبار ہے، کتابوں کا یہ انبار

---

(۱) سہ ماہی مجلّہ احوال وآثار کاندھلہ: مرتب نور الحسن راشد کاندھلوی، ص۱۴۰؍شمارہ ۲۱-۲۰، اکتوبر ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء

(۲) غالب اور بدایوں: ڈاکٹر شمس بدایونی، ص۳۴، غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی، ۲۰۱۰ء

(۳) آئندہ صفحات میں ہم اردو داں قارئین کی سہولت کے لیے صرف ''بوارقِ محمدیہ'' لکھیں گے۔

اتنا بلند ہے کہ آسمان تک پہنچ رہا ہے، حضرت نے عرض کیا کہ ’’آپ نے یہ تکلیف کیوں گوارا فرمائی؟‘‘ حضرت خواجہ قطب نے ارشاد فرمایا کہ ’’یہ تمہارے لیے ہے، یہ کتابیں لے لو اور ان کی مدد سے شیطانی فتنے کو دفع کرو‘، چنانچہ حضرت سیف اللہ المسلول نے اسی اشارۂ باطنی کے بعد بہ عجلت تمام بوارق محمدیہ تصنیف فرمائی (۱)

بوارق محمدیہ کا قلمی نسخہ: کتب خانہ قادریہ بدایوں میں بوارق محمدیہ کا ایک عمدہ قلمی نسخہ موجود ہے، یہ متوسط سائز کے ۱۴۷؍اوراق پر مشتمل ہے، نہایت خوش خط ہے، ذیلی عنوانات لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں، کاتب کا نام درج نہیں ہے، سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ درج ہے۔ یہ نسخہ جس مجموعے (۲) میں شامل ہے اس کے سرورق پر ’’حسین حیدر عفی عنہ‘‘ کے دستخط ہیں، یہ خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ شریف کے چشم و چراغ حضرت سید شاہ حسین حیدر قادری برکاتی ہیں، آپ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے نواسے ہیں، مدرسہ قادریہ بدایوں میں رہ کر حضرت تاج الفحول سے اخذ علم ظاہری کیا، تاج الفحول کے اجلۂ تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ ان رسائل کی کتابت کے بعد آپ نے اصل سے ان کا مقابلہ کیا ہے، ایک سے زیادہ جگہ اس بات کی صراحت موجود ہے۔

بوارق محمدیہ کی اشاعت: معروف محقق مالک رام نے لکھا ہے کہ:

> (بوارق محمدیہ) پہلی مرتبہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ/اکتوبر ۱۸۵۰ء میں مطبع دار السلام دہلی میں چھپ کر شائع ہوئی تھی (۳)

کتب خانہ قادریہ میں یہ نسخہ موجود ہے، یہ چھوٹی تقطیع پر ۲۲۷؍صفحات پر مشتمل ہے، سرورق سمیت ابتدا سے ۴؍صفحات ناقص ہیں۔

---

(۱) ترجمہ ملخصاً از تحفہ فیض: عبد القادر بدایونی، ص ۲۶، فخر المطابع، میرٹھ

(۲) اس مجموعے میں مندرجہ ذیل رسائل شامل ہیں: (۱) المعتقد المنتقد (۲) سیف الجبار (۳) بوارق محمدیہ (۴) تنبیہ النجدی (۵) تصحیح المسائل (یہ تمام حضرت سیف اللہ المسلول کی تصانیف ہیں) (۶) رسالہ در مسئلہ شفاعت از تاج الفحول (در رد میاں نذیر حسین دہلوی (۷) فیوض الابرار از عبد الوحید قادر آبادی (۸) تنبیہ السفہا از مولانا جمیل الدین بدایونی تلمیذ تاج الفحول رد رسالہ مصباح الضحیٰ از ڈپٹی امداد العلی اکبر آبادی۔ یہ تمام رسائل ایک ہی کاتب کے کتابت کیے ہوئے ہیں۔

(۳) تذکرہ: مولانا ابو الکلام آزاد، حواشی از مالک رام، ص ۴۵۱، ساہتیہ اکیڈمی دہلی ۱۹۹۰ء

بوارق محمد یہ کی دوسری اشاعت متوسط سائز پر ۱۵۲ر صفحات پر مشتمل ہے، ابتدا سے صفحہ ۶۹ر تک حاشیے پر مصنف کی دوسری کتاب ’’احقاق حق وابطال باطل‘‘ ہے، صفحہ ۷۰ر سے حاشیہ اور متن دونوں میں بوارق محمد یہ ہے۔ یہ اشاعت حضرت تاج الفحول کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا عمرالدین ہزاروی (وفات: ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء) کی فرمائش اور حافظ ولی محمد ومحمد اسحاق صاحبان کے اہتمام وکوشش سے عمل میں آئی، سرورق پر یہ عبارت درج ہے:

> حسب الارشاد فیض بنیاد فاضل جلیل عالم نبیل جناب مولوی عمرالدین
> صاحب ہزاروی دام فیوضہ باہتمام تام وسعی مالا کلام الراجی الی رحمۃ اللہ
> الخلاق حافظ ولی محمد ومحمد اسحاق صانہما اللہ عن شرور الآفاق۔

کتاب کے آخر میں (از ص ۱۴۲ر تا ص ۱۴۹ر) ’’خاتمۃ الطبع‘‘ کے عنوان سے مصنف کے حالات درج کیے گئے ہیں، اس کے بعد چند صفحات میں صحت نامہ اور فہرست کتاب ہے۔ ڈاکٹر ایوب قادری کے بقول خاتمۃ الطبع کے عنوان سے یہ حالات قاضی معین الدین کیفی میرٹھی کے جمع کردہ ہیں (۱) اگرچہ خاتمۃ الطبع میں اس بات کی صراحت نہیں ہے لیکن یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔

یہ اشاعت ’’مطبع سول ملیٹری ارفنج‘‘ سے عمل میں آئی ہے، یہ مطبع کس شہر میں تھا یہ درج نہیں ہے، اور نہ ہمارے علم میں ہے، البتہ ڈاکٹر ایوب قادری نے ایک جگہ اس کو ’’مطبوعہ میرٹھ‘‘ لکھا ہے، ممکن ہے یہ درست ہو۔

اس میں سنہ اشاعت بھی مذکور نہیں ہے، کتاب کے آخر میں حضرت تاج الفحول کی جانب سے یہ ’’اعلان‘‘ شایع کیا گیا ہے:

> **اعلان:** رسالہ احقاق حق اور کتاب بوارق محمد یہ من تالیفات حضرت حامی
> اسلام ہادئ انام قبلۂ اولیائے زماں، کعبۂ اصفیائے دوراں حضرت ابی
> واستاذی ومرشدی جناب مولانا مولوی فضل رسول حنفی قادری قدس سرہ کو
> حافظ ولی محمد صاحب اور مولوی اسحاق صاحب نے بکمال کوشش وصرف

---

(۱) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی: ڈاکٹر ایوب قادری ص ۵۵ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۲۰۰۷ء

> کثیر با اجازت فقیر حقیر طبع فرمایا ہے، لہٰذا ان کو حق تالیف ہبہ کیا گیا، اہل اسلام کو جس قدر نسخے مطلوب ہوں ان سے طلب فرمائیں اور بغیر ان کی اجازت کے کوئی صاحب قصد طبع کا نہ فرمائیں، اطلاعاً لکھا گیا۔
>
> حررہ احقر الطلبہ عبد القادر قادری عفی عنہ

اس ''اعلان'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اشاعت مصنف کی وفات (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کے بعد عمل میں آئی ہے۔ حضرت تاج الفحول کی وفات ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ہوئی، لہٰذا اس کی اشاعت ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء اور ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کے درمیان ہوئی ہے۔

شوارق صمدیہ میں مولانا غلام قادر بھیروی نے ''بوارق محمدیہ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع دار السلام دہلی'' کا حوالہ دیا ہے، ۱۲۶۹ھ والے اس نسخے کا ذکر کہیں اور نظر سے نہیں گذرا، ممکن ہے دار السلام دہلی سے اس کی دو اشاعتیں ہوئی ہوں، ایک ۱۲۶۶ھ میں دوسری ۱۲۶۹ھ میں، اور یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ شوارق صمدیہ کے کاتب نے ۱۲۶۶ھ کو ہی ۱۲۶۹ھ لکھ دیا ہو۔

بوارق محمدیہ کے مشمولات: مصنف نے کتاب کو ایک مقدمہ اور دو باب پر ترتیب دیا ہے، مقدمے میں عرب اور ہندوستان میں وہابی تحریک کے آغاز و ارتقا کی تاریخ درج کی گئی ہے، پہلے باب میں وہابی عقائد اور دوسرے باب میں ان کے بعض اہل قلم کے مکائد (فریب) ذکر کیے گئے ہیں۔

مقدمے کے مندرجات: مقدمے میں مندرجہ ذیل مباحث زیر قلم آئے ہیں:

جزیرۂ عرب میں وہابیت کا آغاز اور کتاب التوحید کی تصنیف، وہابیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ، وہابیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ، ابراہیم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ، یمن اور مسقط میں فرقہ وہابیہ کا ظہور، ہندوستان میں وہابیت کا آغاز، سید احمد رائے بریلوی کے مراتب وکمالات کتاب صراط مستقیم کی روشنی میں، تقویت الایمان کی تصنیف، علمائے دہلی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد، شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک جہاد، فرقۂ ظاہریہ اور داؤد ظاہری، ابن حزم ظاہری کے احوال، شیخ ابن تیمیہ کے احوال، فرقۂ ظاہریہ کے بعض عقیدے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار، شاہ اسماعیل دہلوی اور انکار تقلید، شاہ اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے وغیرہ۔

باب اول کے مندرجات: شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے بعض ہم خیال علما کی تحریروں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مصنف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان حضرات کے ذریعے بیان کیے گئے اکثر جزئی مسائل پانچ بنیادی اصول یا کلیات سے متفرع ہیں، یعنی ان کے پانچ بنیادی اصول ہیں باقی تمام مسائل جزیہ انہیں سے نکلے ہیں، لہٰذا اگر ان کلیات ہی کو باطل کر دیا جائے تو ان کا پورا مذہب اپنے آپ باطل ہو جائے گا، باب اول میں انہیں پانچ کلیات کا رد و ابطال کیا گیا ہے۔

وہ پانچ کلیات یا بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) اعمال و افعال حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔

(۲) ہر بدعت (عام ازیں کہ شرعی ہو یا لغوی) حرام و کفر ہے۔

(۳) فعل مباح بلکہ حسن اور تمام امور خیر مداومت اور زمان و مکان کی تخصیص سے حرام ہو جاتے ہیں۔

(۴) اشیا میں اصل اباحت نہیں بلکہ حرمت ہے۔

(۵) تشبہ (کسی بھی غیر قوم سے) مطلقاً مستلزم مساوات ہے۔

ان کلیات میں سے بعض کے بارے میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ ان وہابی علما کے ایجاد کردہ نہیں ہیں بلکہ یہ ماضی کے چند گمراہ فرقوں مثلاً معتزلہ اور خوارج وغیرہ کے عقائد و نظریات کا معجون مرکب ہیں، ان کو رد کرنے کے لیے مصنف نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے تو مصنف معتزلہ وغیرہ کی کتابوں سے یہ دکھاتے ہیں کہ ان عقائد و نظریات کے بارے میں ماضی کے ان گمراہ فرقوں کا کیا نقطہ نظر تھا، جب یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ یہی عقائد ان فرقوں کے بھی تھے اس کے بعد ان عقائد کے رد میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے متقدمین علما اور متکلمین کے اقوال لاتے ہیں۔ پھر ان باطل کردہ کلیات کو تقویت الایمان اور مأۃ مسائل وغیرہ کتابوں میں بیان کیے گئے جزئی مسائل پر منطبق کر کے دکھاتے ہیں۔ آخر میں شاہ اسماعیل دہلوی کے بیان کردہ ان جزئیات کے خلاف خود ان کے خاندان کے علما مثلاً ان کے جد محترم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور عم محترم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتابوں سے عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

باب اول میں ان پانچ بنیادی اصولوں پر کلام کرنے کے بعد مصنف نے ”تکملہ در بعض امور

ضروریہ‘‘ کے تحت وہابیہ کے پانچ ایسے مسائل بیان کر کے ان کا رد وابطال کیا ہے جن پر ان حضرات کو بہت اصرار ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ یہ وہ مسائل ہیں جو اہل سنت اور وہابیہ کے درمیان خط امتیاز کھینچتے ہیں، اس لیے ان کا رد ضروری ہے، وہ پانچ مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) مسئلہ استعانت واستمداد بغیر اللہ۔ اس بحث میں مصنف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سے نو عبارتیں پیش کر کے استعانت بغیر اللہ کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

(۲) مسئلہ سماع اموات۔ اس بحث میں بھی مصنف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارتوں سے ارواح کے سماع اور ادراک کو ثابت کیا ہے۔

(۳) مسئلہ شفاعت۔

(۴) آثار صالحین سے تبرک کا انکار۔ اس مسئلے میں بھی مصنف نے شاہ عبدالعزیز کا ایک فتویٰ اور ان کی دیگر کئی عبارتوں سے دلائل پیش کیے ہیں۔

(۵) مسئلہ ما اہل لغیر اللہ۔ اس سلسلے میں مصنف نے اپنے معاصر کسی وہابی عالم کا ایک قدرے طویل فتویٰ نقل کر کے اس کا رد بلیغ فرمایا ہے، ساتھ ہی اس مسئلے میں مولانا عبدالحکیم پنجابی ثم لکھنوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درمیان ہونے والے ایک مباحثے کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

باب دوم کے مندرجات: باب دوم میں مصنف بوارق نے وہابیہ کے مکائد (فریب) کا ذکر کیا ہے، مصنف فرماتے ہیں کہ وہابیہ کے مکائد دو طرح کے ہیں ایک مکائد اسماعیلیہ یعنی وہ فریب جو شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریروں میں موجود ہیں۔ دوسرے مکائد اسحاقیہ یعنی وہ فریب اور علمی خیانتیں جو مولانا شاہ اسحاق دہلوی سے منسوب کتابوں ’’مأۃ مسائل‘‘ اور ’’اربعین مسائل‘‘ میں موجود ہیں۔

مکائد اسماعیلیہ کے بارے میں مصنف نے فرمایا ہے کہ شاہ اسماعیل صاحب اپنی ہر بات کے ثبوت میں کوئی نہ کوئی آیت یا حدیث لکھ دیتے ہیں، حالانکہ جب آیت کا سیاق وسباق، شان نزول، متقدم اور معتبر مفسرین کی کتب اور حدیث پاک کے معتبر شارحین کی کتابوں کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ یا اس حدیث پاک کو شاہ صاحب کے دعوے سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔

مکائد اسحاقیہ کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں کہ مأۃ مسائل اور اربعین مسائل میں ہر مسئلے کے ثبوت میں آیت، حدیث، اصول یا فقہ کے کسی جزیے کا حوالہ ضرور دیتے ہیں، مگر ان حوالوں میں مصنف نے طرح طرح کی خیانتیں کیں ہیں، مثلاً کہیں سیاق وسباق سے کاٹ کر عبارت نقل کردی ہے، کہیں کسی مصنف کی رد کردہ بات کو اسی کی جانب منسوب کر کے لکھ دیا ہے، کہیں علمی دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عبارت ہی غلط نقل کردی ہے ، وغیرہ وغیرہ۔ مصنف نے اس قسم کے مکائد کی سات مثالیں پیش کی ہیں۔

بوارق محمدیہ کے مشمولات کا یہ مختصر تعارف ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مکمل ہے۔

بوارق محمدیہ اور اس کے مصنف پر اکابر ملت کا اعتماد: مصنف کی تحقیقی گہرائی ، عالمانہ تنقیدی اسلوب، حوالہ جات اور دلائل کی کثرت وقوت، اور کتاب کی جامعیت کی وجہ سے ابتدا ہی سے اکابر علمائے اہل سنت بوارق محمدیہ اور اس کے مصنف کو اعتبار و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے آ رہے ہیں، بہت سے اکابر نے اس کی عبارتوں کو بطور حوالہ پیش کیا ہے، بلکہ ایک دور میں بوارق محمدیہ اور اس کے مصنف کو اہل حق اور اہل سنت کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے والد ماجد حضرت مولانا خیرالدین دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ہندوستان کے گذشتہ علما میں صرف مولوی فضل رسول بدایونی ، جنہوں نے تقویت الایمان کے رد میں سوط الرحمٰن (بوارق محمدیہ) لکھی ہے، ٹھیک اسی رنگ پر تھے جو اس بارے میں والد مرحوم کا تھا، ان (مولانا فضل رسول بدایونی) کے علاوہ ہندستان کا کوئی سخت سے سخت حنفی عالم بھی ان کے معیار حنفیت پر نہیں اتر سکتا تھا۔(۱)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

> اس کتاب (بوارق محمدیہ) کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی نے ''الشوارق الصمدیہ'' کے نام سے

---

(۱) آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۱۶۴، حالی پبلی کیشنز دہلی ۱۹۵۸ء

خلاصہ وترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ''صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں'' (اعلاے کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹) دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''در بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آں حدیث روایت کردہ اند'' (مرجع سابق: ۱۶۳) ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''ایں جا بر ذکر چند از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ می آید'' (مرجع سابق: ۱۹۵) حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہٗ نے جا بجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد کا اظہار کر کے اس کی قبولیت وصداقت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ (۱)

حضرت مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی چودھویں صدی کے آغاز میں پنجاب کے نامور اور جید عالم ومصنف گزرے ہیں، انہوں نے فرقۂ وہابیہ اور علمائے دیوبند کے رد میں ایک ضخیم کتاب ''انوار آفتاب صداقت'' (سنہ تالیف ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء) تصنیف فرمائی، اس میں آپ نے شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ کے طویل اقتباسات درج فرمائے ہیں۔ (۲)

بوارق محمدیہ کا جواب اور جواب الجواب: مولانا بشیر الدین قنوجی (۳) تیرہویں صدی کے مشہور عالم ہیں، شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریک ترک تقلید اور تقویت الایمانی نظریۂ شرک وبدعت سے متاثر ہو کر انہیں کے عقائد وافکار کے حامل ہو گئے، شاہ اسماعیل دہلوی کے دفاع اور ان کے

---

(۱) مقدمہ سیف الجبار: از عبد الحکیم شرف قادری، ص ۱۴/ مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۹۷۳ء

(۲) دیکھیے: انوار آفتاب صداقت: قاضی فضل احمد لدھیانوی، از ص ۵۴۵ تا ص ۵۵۵، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، ۲۰۱۱ء

(۳) مولانا بشیر الدین بن کریم الدین عثمانی قنوجی کی ولادت ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں قنوج میں ہوئی، بریلی میں نشو ونما پائی، حافظ علی احمد بریلوی، مولانا تفضّل حسین بریلوی، مولانا محمد حسن بریلوی، شیخ الٰہ داد رامپوری مولانا اوحد الدین

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں......

مخالفین کے رد وابطال میں کئی رسالے تصنیف کیے، اس سلسلے میں فضلائے مدرسہ قادریہ بدایوں سے ان کی خوب معرکہ آرائیاں رہیں، (۱) انہوں نے بوارق محمدیہ کی اشاعت اول (۱۲۶۶ھ /۱۸۵۰ء) کے تقریباً ۱۴؍ برس بعد اس کا جواب لکھا، جس طرح بوارق محمدیہ کے دو نام تھے اسی طرح قنوجی صاحب نے اسی ردیف وقافیہ میں اپنی کتاب کے بھی دو نام رکھے:

(۱) الصواعق الالٰهية لطرد الشيا طين اللهانية

(۲) سيف الرحمن على رأس الشيطان

یہ کتاب فارسی میں ہے، اس کا وہ ابتدائی حصہ جس میں بوارق محمدیہ کے مقدمے کا جواب لکھا گیا ہے وہ ۲۴؍ صفحات پر مشتمل ہے، یہ ۲۴؍ صفحات مطبع احمدی آگرہ سے ۱۲۸۰ھ/ ۶۴-۱۸۶۳ء

پچھلے صفحہ کا بقیہ......

بلگرامی، اور مولانا قدرت اللہ لکھنوی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شیخ رحیم الدین بخاری (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) سے اجازت حدیث حاصل کی، دہلی، مرادآباد، علی گڑھ، کانپور اور ٹونک وغیرہ متعدد مقامات پر مسند درس آراستہ کی، آخر الامر بھوپال کے قاضی مقرر ہوئے اور وہیں پر ۱۲۹۶ھ/ ۷۹-۱۸۷۸ء میں وفات پائی۔ تلامذہ میں مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا امیر حسن سہسوانی، مولانا وحید الزماں لکھنوی اور ڈپٹی کلکٹر سید امداد العلی اکبرآبادی وغیرہ قابل ذکر ہیں، تصانیف میں حاشیہ حمداللہ، حاشیہ میر زاہد شرح مواقف، شرح مؤطا، تخریج احادیث شرح عقائد، کشف المبہم شرح مسلم الثبوت وغیرہ مشہور ہیں (بہ تلخیص واختصار از نزہۃ الخواطر: سید عبدالحی رائے بریلوی، ج ۷/ ص ۱۱۳؍ تا ۱۱۵؍ دار عرفات، رائے بریلی ۱۹۹۲ء)

(۱) شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کی جانب منسوب کتاب ''مائۃ مسائل اور ''اربعین مسائل'' کے رد میں حضرت سیف اللہ المسلول نے فارسی زبان میں ''تصحیح المسائل'' لکھی، اس کتاب کے جواب میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے فارسی زبان میں ''تفہیم المسائل'' (مطبع مطیع الرحمٰن، دہلی، صفر ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء) لکھی، اس کے جواب میں سیف اللہ المسلول کے بھانجے اور شاگرد مولانا فیض احمد رسوا بدایونی اور مولانا عماد الدین سنبھلی (تلمیذ سیف اللہ المسلول) نے قلم اٹھایا، اول الذکر نے ''تعلیم الجاہل'' لکھی اور ثانی الذکر کی کتاب کا نام ''افہام الغافل'' (مطبع محبوبی، دہلی، ۱۲۶۹ھ /۵۳-۱۸۵۲ء) ہے۔

اسی طرح مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری نے مسئلہ میلاد وقیام پر فارسی زبان میں ''اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام'' (سنہ تالیف ۱۲۷۲ھ/ ۵۶-۱۸۵۵ء) تصنیف کی تو اس کے رد میں قنوجی صاحب نے ''غایۃ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام'' لکھی، اس کتاب کے جواب میں حضرت تاج الفحول نے قلم اٹھایا اور ''سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام'' (مطبع الٰہی، آگرہ) تصنیف فرمائی، یہ تاریخی نام ہے جس سے کتاب کا سنہ تالیف ۱۲۸۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ سیف الاسلام کے جواب میں مولانا قنوجی یا ان کے کسی شاگرد نے رسالہ ''مطرقۃ الاسلام'' لکھا، اس کے جواب میں حضرت سید شاہ حسین حیدر برکاتی مارہروی (تلمیذ تاج الفحول) نے ''صمصام الاسلام'' تصنیف کی۔

میں شائع ہوئے، اس کے آٹھ برس بعد کتاب کا باقی حصہ کانپور سے ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱-۷۲ء میں شائع ہوا۔(۱)

مولانا قنوجی کی اس کتاب کا جواب استاذ العلما مولانا محبّ احمد قادری بدایونی (تلمیذ تاج الفحول) نے لکھا، اس کتاب کے بھی دو نام ہیں:

(۱) الطوارق الاحمدية لاستيصال بناء دين النجدية

(۲) صارم الديان علىٰ قرن الشيطان

یہ دونوں تاریخی نام ہیں جن سے کتاب کا سنہ تالیف ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ الطّوارق الاحمدیہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ/ اگست ۱۸۷۲ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ کتاب فارسی میں ہے اور ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا بشیر الدین قنوجی کی اس کتاب کے جواب میں حافظ بخاری مولانا سید شاہ عبد الصمد سہسوانی (تلمیذ رشید تاج الفحول) نے دو رسالے تالیف فرمائے:

(۱) الطّوارق الصمدیہ لدفع جنود الشیاطین النجدیہ (یہ تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۸۸ھ برآمد ہو رہا ہے)

(۲) جمعہ تلبیسات صواعق (یہ بھی تاریخی نام ہے، جس سے ۱۲۸۸ھ برآمد ہو رہا ہے)

اول الذکر میں مولانا قنوجی کے ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے بوارق محمدیہ کے مقدمے پر کیے تھے، اور دوسرے رسالے میں باقی کتاب پر جو ایرادات کیے گئے ہیں ان کا دفاع کیا گیا ہے۔ یہ دونوں رسالے مستقل تصنیف کے ذیل میں نہیں آتے بلکہ ان میں الطّوارق الاحمدیہ ہی کے بعض مضامین تلخیص واختصار کے ساتھ درج کیے گئے ہیں، جیسا کہ رسالہ الطّوارق الصمدیہ کی تمہید سے اشارہ ملتا ہے۔

یہ تینوں رسالے (الطّوارق الاحمدیہ، الطّوارق الصمدیہ اور جمعہ تلبیسات صواعق) ایک ساتھ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ/ اگست ۱۸۷۲ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئے۔ حافظ بخاری کے مذکورہ دونوں رسالے اردو میں ہیں۔

---

(۱) الطّوارق الصمدیہ: عبد الصمد سہسوانی، ص: ۱/ مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء

بوارق محمدیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد: بوارق محمدیہ کے بعض مندرجات پر مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں اپنے مخصوص اسلوب میں تنقید بلکہ تضحیک فرمائی ہے، حالانکہ بوارق محمدیہ کے ان مقامات کو بنظر غائر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی تنقید وتضحیک میں مولانا آزاد حق بجانب نہیں ہیں۔ آج سے ۳؍ برس پہلے ہم نے اپنے ایک مضمون (۱) میں مولانا آزاد کی اس تنقید کا تنقیدی جائزہ لیا تھا، اس مضمون کے بعض ضروری حصے کچھ حذف واضافے کے ساتھ موقع کی مناسبت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہاں نقل کیے جارہے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد ''تذکرہ'' میں شیخ ابن تیمیہ کے سلسلے میں علمائے ہند کی بے خبریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لیکن عام علمائے ہند کی بے خبریوں کا اس بارے میں جو حال رہ چکا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ مولوی فضل رسول بدایونی مرحوم سوط الرحمٰن میں لکھتے ہیں: داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا، اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خبیث تھا، پھر ابن حزم کا شاگرد ابن قیم ہوا اور ابن قیم کا شاگرد شقی ابن تیمیہ، ابن تیمیہ نے ایک نیا دین نکالا ''بعض اشرار بداطوار، جہلا، فسقہ در حلقۂ انقیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند''۔ اور ان تمام مؤرخانہ تحقیقات کے لیے آخر میں ''طبقات سبکی'' کا حوالہ بھی دیتے ہیں! ایسی ہی تاریخی تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھیں چوں سکندر ذوالقرنین باعانت رستم شاہ بابل در میدان پانی پت با محمود غزنوی پیکار نمودہ چنانکہ فردوسی در سکندر نامہ تفصیل حالش پرداختہ۔
> کجا ابن حزم اور کجا ابن قیم؟ **بینهما مفاوز تنقطع فيها اعناق المطى**
> پھر لطف یہ کہ ابن تیمیہ ابن قیم کے شاگرد تھے اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار وجہلا تھے! اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوتاہیاں معاف فرمائے اور جو گذر چکے ہیں ان کی مغفرت۔ (۱)

---

(۱) ''مولانا ابوالکلام آزاد کا تسامح''، مطبوعہ ماہنامہ جام نور دہلی، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۹ء

ہمیں افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ بوارق محمدیہ کی فارسی عبارتوں کی اردو تعبیر میں مولانا آزاد سے لغزش ہوئی ہے، داؤد ظاہری کے بارے میں مصنف بوارق محمدیہ نے لکھا تھا:

> داؤد بن علی اصبہانی محدث جلیل الشان مبتلاے وسوسۂ شیطان گردیدہ قائل بخلق قرآن وحدوث آں گشتہ۔ (۲)
>
> ترجمہ: داؤد بن علی اصبہانی جو محدث جلیل تھے شیطانی وسوسہ میں مبتلا ہو کر قرآن کے مخلوق اور حادث ہونے کے قائل ہو گئے۔

ابن حزم ظاہری کے بارے میں مصنف نے لکھا تھا:

> دقیقہ در توہین وتذلیل بلکہ تفسیق وتکفیر ائمہ دین فروگذاشت نہ نمودہ وکتب عدیدہ تصنیف کردہ ہرگاہ خبث باطن او ظاہر گردید علما وصلحاے عصر باتفاق امام ابوالولید باجی کہ از عراق طلبیدہ بودند ابن حزم را بزیر حساب آوردہ، کتب اورا در مجمع پیش کردہ ابن حزم را چنانچہ باید وشاید عاجز وساکت ساختہ درہماں محفل آں کتب را چاک کردہ بآتش سوختند (۳)
>
> ترجمہ: (ابن حزم نے) ائمہ دین کی توہین وتذلیل بلکہ تفسیق وتکفیر میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، متعدد کتابیں تصنیف کیں، جب اس کا خبث باطن ظاہر ہو گیا تو اس زمانے کے علما وصلحا نے امام ابوالولید باجی کے ساتھ جن کو عراق سے بلوایا گیا تھا ابن حزم کا محاسبہ کیا۔ ان کی کتابیں مجمع عام میں پیش کی گئیں اور ابن حزم کو (بحث میں) عاجز وساکت کر دیا گیا۔ اسی محفل میں ان کی کتابیں چاک کر کے نذر آتش کر دی گئیں۔

پھر صرف ایک سطر کے بعد مصنف کتاب نے ایک انصاف پسند ناقد کی حیثیت سے ابن حزم کی غزارت علمی کا بھی اعتراف کیا ہے:

---

(۱) تذکرہ، ص: ۲۵۰، ۲۵۱، مرتبہ مالک رام، ساہتیہ اکیڈمی دہلی ۱۹۹۰ء

(۲) بوارق محمدیہ، ص: ۲۹

(۳) بوارق محمدیہ، ص: ۳۰

> غزارت علم از کتب او ظاہر فاما بسبب جرأت کثیر الاغلاط وخیلے بے احتیاط(۱)
>
> ترجمہ: ان کی کتابوں سے ان کی غزارت علمی ظاہر ہے، مگر جرأت کے سبب بڑی غلطیاں کرنے والے اور بڑے بے احتیاط تھے۔

مصنف بوارق محمدیہ کی اصل عبارت پڑھنے کے بعد اب مولانا آزاد کے الفاظ دوبارہ پڑھیے کہ ''داؤد ظاہری شیطان کا متبع تھا، اس کے بعد ابن حزم ظاہری پیدا ہوا جو خبیث تھا''، ایسا لگتا ہے کہ یہاں ''حب علی'' اور ''بغض معاویہ'' دونوں جذبوں نے ایک ساتھ اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے داؤد ظاہری اور ابن حزم کے بارے میں چند سطروں میں جو منصفانہ تنقید فرمائی ہے اس کو سامنے رکھ کر آپ کتب طبقات کھنگال ڈالیں اس کے نتیجے میں ان دونوں حضرات کی شخصیت کا جو مرقع بنے گا اس پر یہ چند سطریں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ منطبق ہوتی نظر آئیں گی۔

بوارق محمدیہ کے حوالے سے مولانا آزاد نے تیسری بات یہ لکھی ہے کہ ''پھر ابن حزم کا شاگرد ابن قیم ہوا'' اور اس پر اپنے مخصوص انداز میں چوٹ کرتے ہیں کہ ''کجا ابن حزم اور کجا ابن قیم؟ **بینهما مفاوز تنقطع فیها اعناق المطی**'' اس ریمارک پر ہم مولانا آزاد کو معذور سمجھتے ہیں کیوں کہ یہ غلط فہمی کاتب کی مہربانی کی وجہ سے پیدا ہوگئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ بوارق محمدیہ ۱۲۶۵ھ میں تالیف کی گئی، جو اگلے سال ۱۲۶۶ھ /۱۸۵۰ء میں منظر عام پر آئی، اس میں جگہ جگہ کتابت کی اغلاط موجود تھیں، مصنف نے ابن قیم کے بارے میں یہ لکھا تھا:

> پس ازاں ابن قیم وغیرہ تلامذہ اش ہم بتائید او برخاستند و کتابہائے عجیبہ تصنیف نمودند۔
>
> ترجمہ: ان کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ ان کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عجیب وغریب کتابیں تصنیف کیں۔

یہ جملہ مصنف نے اپنے مسودے کے حاشیے پر لکھا تھا جس کو ابن تیمیہ کے ذکر کے بعد آنا تھا اور

---

(۱) بوارق محمدیہ، ص: ۳۰

بات بالکل درست تھی کہ ابن تیمیہ کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم ان کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے، مگر کاتب نے غلطی سے اس جملے کو ابن حزم کے ذکر کے بعد اور ابن تیمیہ کے ذکر سے پہلے کتابت کر دیا اب مفہوم یہ بن گیا کہ ''ابن حزم کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم اٹھ کھڑے ہوئے''، اس پر مولانا آزاد کو ایک خوبصورت عربی جملہ چسپاں کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔

جب بوارق محمدیہ شایع ہو کر آئی تو فوراً مصنف کو کتابت کی اس غلطی کا احساس ہو گیا، مَیں تو اس کو حضرت سیف اللہ المسلول کی فراست ایمانی ہی کہوں گا کہ انہوں نے مولانا آزاد کے اس ریمارک سے ستر برس پہلے ہی حقیقت کی وضاحت کر کے مولانا کے ریمارک کو بے وزن کر دیا۔ بوارق محمدیہ کی تالیف کے بعد ۱۲۶۶ھ ہی میں حضرت نے ''اکمال فی بحث شد الرحال'' (یہ بھی تاریخی نام ہے) تصنیف فرمائی، جس میں بوارق محمدیہ کی زیر بحث عبارت کا خلاصہ درج کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا:

> کاتب مطبع ذکر ابن قیم را کہ بر حاشیہ مسودہ بود از غلطی بالائے ذکر ابن تیمیہ نوشتہ است (۱)
>
> ترجمہ: کاتب مطبع نے ابن قیم کے ذکر کو جو مسودے کے حاشیہ میں تھا ابن تیمیہ کے ذکر کے اوپر لکھ دیا۔

مصنف کی وفات کے چند سال بعد جب بوارق محمدیہ دوبارہ بڑی تقطیع پر شائع ہوئی (۲) تو اس میں اس غلطی کی اصلاح کر لی گئی اور ابن قیم کے ذکر کو ان کے استاذ ابن تیمیہ کے ذکر کے بعد درج کر دیا گیا۔ بوارق محمدیہ کے قدیم و جدید دونوں نسخے اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں یہ عبارت کتابت کی مذکورہ غلطی کے ساتھ طبع اول کے ص ۲۹/ پر ہے اور تصحیح کے ساتھ طبع دوم کے ص ۲۴/ پر۔ مولانا آزاد کے مطالعے میں طبع اول والا نسخہ آیا ہوگا جس میں کاتب کی مہربانی شامل تھی اسی لیے ہم نے لکھا تھا کہ اس معاملے کی حد تک ہم مولانا کو معذور سمجھتے ہیں۔

مولانا آزاد بوارق محمدیہ کے بارے میں چوتھی بات یہ لکھتے ہیں کہ ''پھر لطف یہ کہ ابن تیمیہ

---

(۱) اکمال فی بحث شد الرحال: ص ۸، مطبع الٰہی، آگرہ، ۱۲۶۶ھ

(۲) اس نسخے کے سنہ طبع کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں اشارہ کر چکے ہیں۔

ابن قیم کے شاگرد تھے‘‘، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی تأمل نہیں کہ یہ سہو ہے کیوں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ابن قیم ابن تیمیہ کے شاگرد تھے نہ کہ اس کا برعکس، مگر یہ سہو مصنف بوارق محمدیہ کا نہیں بلکہ خود مولانا آزاد کا ہے، کیوں کہ بوارق محمدیہ میں سرے سے اس عبارت کا وجود ہی نہیں ہے، ’’تذکرہ‘‘ کے مرتب وحاشیہ نگار مالک رام نے علمی امانت کے تحت حاشیے میں بات صاف کردی ہے، لکھتے ہیں:

> یہ سہو ہے، مولوی فضل رسول نے ابن تیمیہ کو ابن قیم کا شاگرد نہیں کہا۔(۱)

مولانا آزاد نے مصنف بوارق محمدیہ کی جانب ’’سہواً‘‘ جو عبارت منسوب کردی ہے اس پر ناطقہ سر بگریباں اور خامہ انگشت بدنداں ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا؟۔

مصنف بوارق محمدیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا تھا:

> بعضے اشرار بداطوار از جہلہ وفسقہ بحلقہ انقیادش آمدہ در بلاد اسلامیہ طرفہ ہنگامہ برپا نمودند(۲)
>
> ترجمہ: جہلا وفاسقین میں سے بعض اشرار بداطواران کے حلقے میں داخل ہوئے اور بلاد اسلامیہ میں عجب ہنگامہ برپا کردیا۔

اس پر مولانا آزاد تعجب کے ساتھ لکھتے ہیں:

> اور ابن تیمیہ کے ساتھی صرف اشرار وجہلا تھے!۔

اس پر عرض ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کی شخصیت ابتدا ہی سے مختلف فیہ اور متنازع رہی ہے، گذشتہ ۶، ۷سو سال میں علامہ موصوف کی مدح وستائش اور ان پر ردوقدح کے سلسلے میں ہزاروں صفحات سیاہ کیے جاچکے ہیں، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ بوارق محمدیہ لکھتے وقت مصنف کے سامنے امام سبکی کی طبقات الشافعیہ تھی، جیسا کہ ان کے اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ ’’در طبقات سبکی تمام ماجرا موجود‘‘ لہٰذا انہوں نے جو کچھ لکھا طبقات سبکی پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا، اب اگر اس سلسلے میں الزام کا کوئی داغ لگتا ہے تو امام سبکی کا دامن داغ دار ہوگا

---

(۱) حواشی تذکرہ، ص: ۴۵۲، ساہتیہ اکیڈمی دہلی ۱۹۹۰ء

(۲) بوارق محمدیہ، ص: ۳۲

مصنف بوارق محمدیہ اپنے ماخذ کا حوالہ دے کر اس الزام سے بری ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جہاں تک شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں اس خاص جملے کا تعلق ہے تو یہ بھی مصنف بوارق محمدیہ کا طبع زاد نہیں ہے، خود شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید امام ذہبی نے شیخ کے ساتھیوں کے بارے میں اس سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ امام ذہبی نے اپنے استاذ ابن تیمیہ کی فہمائش کے لیے ان کو ایک خط لکھا تھا، علمی حلقوں میں یہ خط ''**النصیحۃ الذھبیۃ**'' کے نام سے مشہور ہے۔ امام ذہبی شیخ ابن تیمیہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ترجمہ: میں گمان نہیں کرتا کہ آپ میری بات مانیں گے اور میری نصیحت پر کان دھریں گے، بلکہ آپ کے اندر تو اتنی ہمت ہے کہ میرے اس ایک ورق کے رد میں کئی جلدیں لکھ ڈالیں اور مجھے برا بھلا کہیں اور آپ اس وقت تک مجھ پر برستے رہیں گے جب تک میں یہ نہ کہہ دوں کہ میں ساکت ہوا، جب مجھ جیسے شخص کی نظر میں آپ کا یہ حال ہے جو کہ آپ کا مشفق، آپ سے محبت کرنے والا اور آپ کا چاہنے والا ہے تو پھر آپ کے دشمنوں کی نظر میں آپ کا کیا حال ہوگا، خدا کی قسم آپ کے دشمنوں میں صلحا وفضلا اور عقلا ہیں جیسا کہ آپ کے حمایتیوں میں فاجر، جھوٹے، جاہل اور ناقص لوگ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں صاحب بوارق محمدیہ نے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھا ہے۔ امام ذہبی کی یہ نصیحت سبکی کی طبقات شافعیہ میں بھی ہے اور الگ سے امام زاہد کوثری کی تعلیقات کے ساتھ بھی شائع ہو چکی ہے، اس کے مخطوطے کا اسکین انٹرنیٹ پر موجود ہے اور وہیں سے Download کر کے ہمارے کمپیوٹر میں بھی محفوظ ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ہم اس بات سے غافل نہیں ہیں کہ بعض حضرات نے اس مکتوب کو فرضی اور جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ محمد بن ابراہیم الشیبانی کا رسالہ ''**التوضیح الجلی فی الرد علی النصیحۃ الذھبیۃ المنحولۃ علی الامام الذھبی**'' ہمارے علم میں ہے۔ اس کے علاوہ امام ذہبی کی کتاب ''المہذب فی اختصار

السنن الکبیر'' کے مقدمے میں بھی استاذ زکریا علی یوسف نے ''النصیحة الذهبية مزورة'' کے عنوان سے (ص ۴ تا ص ۷) اس سلسلے میں داد تحقیق دی ہے۔ اسی کتاب کے جز اول کے آخر میں (ص ۴۹۱ تا ص ۵۰۱) محقق محمد حسین العقبی نے بھی اس پر کلام کیا، ان حضرات نے داخلی اور خارجی شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ امام ذہبی کا خط نہیں ہے بلکہ شیخ ابن تیمیہ کے کسی مخالف (غالبًا ابن قاضی شہبۃ) نے اس کو لکھ کر ذہبی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ان حضرات نے جو دلائل دیے ہیں ان سب پر بحث ونظر کی گنجائش ہے اور جو حضرات اس کو امام ذہبی کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے پاس بھی اس سلسلے میں ٹھوس اور مضبوط دلائل ہیں۔ اس تمام ردوقدح کی تفصیل کے لیے ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔ مختصر یہ کہ صاحب بوارق محمدیہ نے شیخ ابن تیمیہ کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہے جو پہلے سے نہ کہی جا رہی ہو۔

تقریباً ایک صفحہ آگے جانے کے بعد مولانا آزاد پھر پلٹ کر بوارق محمدیہ پر حملہ کرتے ہیں:

> صاحب سوط الرحمٰن نے امام داؤد ظاہری کی نسبت جو لعن وطعن کیا ہے تو یہ دوسری مصیبت ہے اور عامۂ علماے ہند کی بے خبریوں کی ایک واضح مثال۔

اس پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ صاحب بوارق محمدیہ نے امام داؤد ظاہری پر جو ''لعن وطعن'' کیا ہے اس کا حرف بحرف ترجمہ یہاں نقل کر دیں تا کہ آگے بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

> ''داؤد بن علی اصبہانی جو جلیل الشان محدث تھے، شیطان کے وسوسے میں مبتلا ہو کر قرآن کے مخلوق اور حادث ہونے کے قائل ہو گئے، قیاس کے رد میں ایک رسالہ املا کروایا، اس وقت کے اکابر نے ہر چند فہمائش کی کہ تم قیاس کو رد کرتے ہوئے اور خود ہی قیاس کو رد کرنے کے لیے سیکڑوں قیاس کرتے ہو یہ کیا بلا ہے؟ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بالآخر ہر طرف سے سرزنش کی نوبت آئی اور داؤد کے رد واخراج کا فیصلہ قرار پایا۔ جس جگہ بھی وہ جاتے تھے یہی حکم (یعنی رد واخراج کا) ان کا ہم سفر ہوا کرتا تھا، جس

> وقت نیشاپور سے ان کے اساتذہ محمد بن یحییٰ ذہلی اور اسحاق بن راھویہ وغیرہ ان کے رد واخراج کا سبب بنے تو وہ وہاں سے بغداد آ گئے اور امام احمد بن حنبل کی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ امام احمد بن حنبل ان کے سوءِ اعتقاد کا حال جانتے تھے لہٰذا اپنی محفل میں باریابی کی اجازت نہیں دی۔ امام احمد کے صاحبزادے نے عرض کیا، داؤد انکار کرتے ہیں (یعنی ان کے بارے میں جو بدعقیدگی منسوب ہے اس سے انکار کرتے ہیں) امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی زیادہ سچے ہیں، انھوں نے داؤد کا حال مجھے لکھ کر بھیجا ہے، خبردار وہ (داؤد) میرے سامنے نہ آئے۔ سعید بن عمرو البرذعی نے کہا کہ ہم ابوزرعۃ کی مجلس میں تھے کہ عبدالرحمٰن بن خراش نے کہا کہ داؤد کافر ہے اور وراق داؤد نے ابوحاتم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے داؤد کے بارے میں کہا کہ وہ گمراہ اور گمراہ گر تھا، اس کے وسوسوں اور خطرات کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہیے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اس وقت کاملین کی کثرت اور سید المرسلین ﷺ کے عہد مبارک سے قرب کی وجہ سے داؤد کے فساد کا سلسلہ زیادہ لمبا نہیں چلا اور علمائے اعلام کی کوششوں سے اس کا پایۂ اعتبار ساقط ہوگیا''۔ (۱)

داؤد ظاہری کے ''محدث جلیل الشان'' ہونے، قیاس کو رد کرنے، خلق قرآن کے قائل ہونے اور ان کے جلاوطن کیے جانے کے یہ سب معاملات کوئی ایسے رازہائے سربستہ نہیں ہیں کہ مولانا آزاد جیسے ''ہمہ داں'' سے پوشیدہ رہ گئے ہوں۔ لسان المیزان، تذکرۃ الحفاظ، تاریخ بغداد، آپ کوئی بھی کتاب اٹھائیں آپ کو الفاظ واسلوب کے ذرا فرق کے ساتھ یہ سب باتیں مل جائیں گی۔ امام احمد بن حنبل کے سلسلے میں مصنف نے جو واقعہ لکھا ہے اس کو حافظ ابن حجر کی زبانی بھی ملاحظہ کرلیں:

قلت و قداراد الدخول على الامام احمد فمنعه وقال كتب

---

(۱) وارق محمدیہ ص: ۲۹، ۳۰

الی محمد بن یحییٰ الذھلی فی امرہٖ وانہ زعم ان القرآن محدث فلا یقربنی فقیل یا ابا عبد انہ ینتفی من ھذا وینکرہ فقال محمد بن یحییٰ اصدق منہ. (۱)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (داؤد ظاہری نے) امام احمد کی مجلس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی نے مجھے ان کے بارے میں لکھ بھیجا ہے کہ وہ قرآن کو حادث سمجھتے ہیں۔ وہ ہرگز میرے قریب نہ آئیں، امام احمد سے کہا گیا کہ اے ابوعبداللہ وہ ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ اس کے مقابلے میں زیادہ سچے ہیں۔

اسی واقعے کو قدرے تفصیل کے ساتھ خطیب بغدادی نے بھی نقل کیا ہے (۲)

مصنف بوارق محمدیہ اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں میں اس کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک فارسی میں ہے اور دوسری عربی میں۔

صاحب بوارق محمدیہ نے سعید بن عمرو کے حوالے سے جو واقعہ لکھا ہے وہ خطیب بغدادی کی زبانی ملاحظہ کریں:

حدثنا سعید بن عمرو البروذعی قال کنا عند ابی زرعۃ فاختلف رجلان من اصحابنا فی امر داؤد الاصبھانی والمزنی وھم فضل الرازی وعبدالرحمن بن خراش البغدادی فقال ابن خراش داؤد کافر. (۳)

ترجمہ: ہم سے سعید بن عمرو البروذعی نے بیان کیا کہ ہم لوگ ابوزرعۃ کی مجلس میں تھے، ہمارے اصحاب میں سے دو لوگوں نے داؤد اصفہانی اور

---

(۱) لسان المیزان: حافظ ابن حجر عسقلانی ج:۲/ص:۴۲۲، مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۰۶ھ

(۲) دیکھیے تاریخ بغداد ج:۸/ص:۳۷۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت

(۳) تاریخ بغداد ج:۲/ص:۳۷۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت

> المزنی کے بارے میں اختلاف کیا یہ دونوں (اختلاف کرنے والے)
> فضل رازی اور عبدالرحمٰن بن خراش البغدادی تھے۔ ابن خراش نے کہا کہ
> داؤد کافر ہے۔

یہاں بھی مصنف بوارق محمدیہ کا اس سے زیادہ اور کوئی قصور نہیں ہے کہ انھوں نے تاریخ بغداد سے اس روایت کا ترجمہ نقل کر دیا ہے۔

صاحب بوارق محمدیہ نے وراق داؤد کے حوالے سے امام ابوحاتم کا جو قول نقل کیا ہے کہ داؤد ''گمراہ اور گمراہ گر تھے''، یہ بات بھی انہوں نے اس طرح ہوا میں نہیں لکھی جیسے مولانا آزاد نے صاحب بوارق محمدیہ کی طرف منسوب کر کے ایک فرضی بات لکھ دی تھی جس پر مالک رام کو تصحیح کرنا پڑی بلکہ وراق داؤد کے حوالے سے امام ابوحاتم کا یہ قول حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے(۱)

امام ابوحاتم رازی نے ''امام داؤد ظاہری کی نسبت جو لعن طعن کیا ہے'' چلتے چلتے اس کو بھی دیکھتے چلیے تا کہ ہمارا یہ سوال اور مضبوط ہو سکے کہ آخر مصنف بوارق محمدیہ نے ایسی کون سی بات لکھ دی تھی کہ ان کی عبارت ''بے خبری کی ایک واضح مثال'' قرار پائی، ابوحاتم فرماتے ہیں:

> **روىٰ عن اسحاق الحنظلی وجماعة من المحدثین وتفقه للشافعی رحمه الله تعالیٰ ثم ترک ذلک ونفی القیاس والف فی الفقه علی ذلک کتبا شذ فیه عن السلف وابتدع طریقة هجره اکثر اهل العلم علیها وهو مع ذلک صدوق فی روایته ونقله واعتقاده إلا ان رأیه اضعف الاراء وابعدها من طریق الفقه واکثرها شذوذاً. (۲)**
>
> ترجمہ: داؤد ظاہری نے اسحاق حنظلی اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے مذہب شافعی پر فقہ حاصل کیا، پھر اس کو ترک کر دیا، قیاس کی

---

(۱) دیکھیے لسان المیزان ج:۲/ص:۴۲۳

(۲) لسان المیزان: حافظ ابن حجر ج:۲/ص:۴۲۳

> نفی کی اور فقہ میں اسی طریقہ پر (یعنی نفی قیاس کے طریقے پر) کئی کتابیں لکھیں، جن میں سلف صالحین کے طریقے سے الگ ہو گئے اور ایک نیا طریقہ ایجاد کیا، اس طریقہ کی بنیاد پر اکثر اہل علم نے ان کو چھوڑ دیا، لیکن اس کے باوجود وہ اپنی روایت، نقل اور اعتقاد میں سچے تھے، مگر ہاں ان کی رائے کمزور ترین، طریق فقہ سے بعید اور اکثر شاذ ہوا کرتی تھی۔

ہمارے خیال میں لسان المیزان میں درج اس ''لعن طعن'' کے مقابلے میں بوارق محمدیہ کا ''لعن طعن'' پھر بھی ہلکا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ صرف بوارق محمدیہ کے مصنف ہی مولانا کے مورد لطف وکرم ٹھہرے! ۔ اگر داؤد ظاہری کے بارے میں بوارق محمدیہ کی عبارت بے خبری کی دلیل ہے تو آخر پھر امام ابوحاتم رازی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور خطیب بغدادی کو بھی ''بے خبر'' کیوں نہ قرار دے دیا جائے؟ ۔

داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے بارے میں بوارق محمدیہ کی تحقیقات کا مذاق اڑاتے ہوئے مولانا رقم طراز ہیں:

> ایسی ہی تاریخی تحقیقات اکبر کے زمانے میں بھی بعض محققین نے کی تھیں چوں سکندر ذوالقرنین باعانت رستم شاہ بابل در میدان پانی پت با محمود غزنوی پیکار نمودہ چنانکہ فردوسی در سکندر نامہ تفصیل حالش پرداختہ۔ (۱)
>
> (جب سکندر ذوالقرنین نے بادشاہ بابل رستم کی مدد سے پانی پت کے میدان میں محمود غزنوی سے جنگ کی جیسا کہ فردوسی نے سکندر نامہ میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔)

تفنن طبع کے طور پر ہم نے بھی یہ جملہ پڑھا اور اس کا لطف اٹھایا اس فارسی جملے کے باموقع اور برجستہ استعمال (جو مولانا کا خاص وصف ہے) پر مولانا آزاد کو داد تو دی جا سکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بوارق محمدیہ کی مذکورہ تحقیقات سے اس جملے کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا ذوالقرنین کا محمود غزنوی یا فردوسی کا سکندر نامے سے۔

---

(۱) تذکرہ، ص: ۲۵۱

دیانت دارانہ اور منصفانہ تنقید کا تقاضا ہے کہ ہم آخر میں ایک اہم بات کی طرف اشارہ کر دیں ممکن ہے مولانا آزاد کا کوئی وکیل صفائی یہ دلیل دے کہ ’’تذکرہ‘‘ مولانا نے رانچی کے زمانۂ نظر بندی میں تالیف کی تھی، جہاں ان کے پاس سوائے دو چار کتابوں کے کوئی ذخیرۂ کتب نہیں تھا۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا اپنی یاد داشت کی بنیاد پر لکھا، وہ خود تذکرہ کے آخر میں اس کا اعتراف کرتے ہیں:

> تمام کتابیں کلکتہ میں پڑی ہیں، بجز اپنے قلمی مسودات اور ایک نسخۂ مصحف کے اور کوئی کتاب ہمراہ نہیں، جب یہ تذکرہ لکھنا شروع کیا تو بعض حالات کے لیے صرف تذکرۃ الواصلین، اخبار الاخیار اور طبقات اکبری منگوالی اور بعد کو منتخب التواریخ بھی آ گئی، ان کے سوا کوئی کتاب پیش نظر نہیں رہی ہے جو کچھ لکھا ہے صرف اپنے حافظے کے اعتماد پر لکھا ہے۔ (۱)

چند سطور کے بعد پھر لکھتے ہیں:

> پس جو کچھ حافظے میں محفوظ تھا حوالۂ قلم کر دیا۔ (۲)

’’تذکرہ‘‘ میں مولانا نے فقہ وعقائد کے مسائل، تاریخ وسیرت کے مباحث، بے شمار کتابوں اور مصنفین کے تذکرے، علما کی عبارتیں اور سیکڑوں عربی فارسی اردو اشعار محض اپنے حافظے اور یادداشت کی بنیاد پر قلم برداشتہ لکھ دیے ہیں، ایسی صورت میں اگر سوط الرحمٰن کی چند عبارتوں کی تعبیر میں ’’تسامح‘‘ ہو گیا تو کیا قیامت آ گئی؟

اس پر ہم عرض کریں گے کہ یہ بات مولانا آزاد کی ذہانت وذکاوت، غیر معمولی قوت حفظ اور زبردست علمی استحضار کی دلیل تو بن سکتی ہے مگر مولانا کے اس ’’تسامح‘‘ نے مولانا فضل رسول بدایونی جیسے محقق وعالم، خدا رسیدہ بزرگ اور ذمہ دار مصنف کی جو تحقیقی ثقاہت مجروح کی ہے اس کا کفارہ نہیں بن سکتی۔

بوارق محمدیہ کا ترجمہ شوارق صمدیہ: پنجاب کے جلیل القدر عالم اور صوفی حضرت مولانا غلام

---

(۱) تذکرہ، ص: ۳۳۸

(۲) حوالۂ مذکور

قادر چشتی بھیروی (تلمیذ مفتی صدرالدین آزردہ) نے بوارق محمدیہ کی اہمیت اور پنجاب کے مسلمانوں کو وہابی تحریک کے عقائد و نظریات سے آگاہ کرنے کے لیے اس کا اردو ترجمہ کیا، یہ ترجمہ ''شوارق صمدیہ'' کے نام سے ۳۲ر صفحات پر مشتمل ہے جو مطبع گلزار محمدی لاہور سے سنہ ۱۳۰۰ھ/ ۸۳-۱۸۸۲ء میں شایع ہوا، شوارق صمدیہ مکمل کتاب کا ترجمہ نہیں ہے، بلکہ صرف کتاب کے مقدمے اور باب اول کی ابتدائی بحث کو اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے، سرورق پر ''قسط اول'' لکھا ہے، اور جہاں ترجمہ ختم ہوا ہے وہاں ''باقی آئندہ'' درج ہے، اس سے خیال ہوتا ہے کہ مترجم پوری کتاب کا ترجمہ دو یا اس سے زیادہ حصوں میں شائع کرنا چاہتے تھے، پہلی قسط مکمل ہوئی تو اس کو شائع کر دیا گیا۔ ممکن ہے بعد میں دوسری یا تیسری قسط بھی شائع ہوئی ہو، لیکن اس سلسلے میں راقم سطور کو معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔

یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ مترجم نے اختصار و تلخیص سے کام لیا ہے، آج سے ایک صدی قبل مذہبی حلقوں میں جس قسم کی زبان رائج تھی اس کو دیکھتے ہوئے ترجمہ سلیس، رواں اور عام فہم ہے۔

بوارق محمدیہ کے مترجم علامہ غلام قادر بھیروی: قدوۃ العلما زبدۃ الاصفیا مولانا غلام قادر بھیروی ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء میں قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا (پنجاب، پاکستان) میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام مولانا غلام حیدر بھیروی ہے، لاہور میں رہ کر حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی (۱۲۷۳ھ) اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا احمد الدین بگوی نقشبندی (۱۲۶۸ھ) سے معقول و منقول کی تحصیل کی، پھر دہلی میں مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی صدرالصدور کی خدمت میں حاضر ہو کر اخذ علوم کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ علوم سے فراغت کے بعد لاہور واپس آئے اور وعظ و ارشاد کی مجلس آراستہ فرمائی، شاہی مسجد لاہور کے خطیب و امام اور بعد میں متولی مقرر کیے گئے۔

۱۸۷۹ء میں اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے نائب استاذ مقرر ہوئے، اور دو سال تک کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیے، کالج کی ملازمت کے زمانے میں انگریز حکومت نے کسی فتوے پر تصدیق چاہی، یہ فتویٰ آپ کے عقیدۂ و مسلک سے ہم آہنگ نہیں تھا اس لیے آپ نے تصدیق سے انکار کر دیا اور احتجاجاً کالج کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

اس کے بعد دار العلوم نعمانیہ لاہور میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور ایک زمانے نے آپ

سے استفادہ کیا۔

نہایت متصلب سنی صحیح العقیدہ، پرہیز گار اور باخدا بزرگ تھے، مولانا غلام دستگیر نامی نے لکھا ہے کہ ”آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا ہے“۔

حمایت حق اور تردید باطل کا خاص اہتمام تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کا بالکل ابتدائی زمانے میں رد کیا، اس کے علاوہ لاہور میں دیگر بد مذہب اور گمراہ فرقوں کی تردید میں سرگرم رہے۔

مندرجہ ذیل حضرات نے آپ کی درسگاہ سے استفادہ کیا:

(۱) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

(۲) مولانا محمد عالم آسی امرتسری

(۳) مولانا نبی بخش حلوائی

(۴) مولانا غلام احمد حافظ آبادی

(۵) مولانا غلام حیدر قریشی پونچھوی

(۶) قاضی آفر الدین

(۷) صوفی غلام قادر چشتی سیالوی

(۸) مولانا محمد ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی

سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ (وفات: ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے، حضور غوث اعظم سے نسبت اویسی حاصل تھی اسی لیے آپ کے احوال پر قادریت کا غلبہ تھا۔

تدریس، اوراد واشغال اور رشد وہدایت کی مشغولیت کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کا ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا، تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا نصاب)

(۲) شوارق صمدیہ (زیر نظر کتاب)

(۳) نماز حضوری

(۴) ختمات خواجگان

(۵) شمس الحنفیہ بجواب نور الحنفیہ (مسئلہ وحدۃ الوجود)
(۶) نور الربانی فی مدح المحبوب السبحانی
(۷) شمس الضحیٰ فی مدح خیر الوریٰ
(۸) نماز ضروری
(۹) حقیقت انوار محمدیہ
(۱۰) جوہر ایمانی
(۱۱) عکازہ در صلوٰۃ جنازہ
(۱۲) فاتحہ خوانی

۱۹/ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ/ ۱۰/ اپریل ۱۹۰۹ء کو واصل بحق ہوئے۔ بیگم شاہی مسجد لاہور میں آخری آرام گاہ قرار پائی۔

یہ آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ آپ کے جنازے میں خلق خدا کا ایسا ہجوم دیکھا گیا کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ (۱)

☆☆☆

---

(۱) مترجم کے یہ حالات مندرجہ ذیل کتابوں سے تلخیص واختصار کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں:

☆ تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان) عبد الحکیم شرف قادری، از ص ۳۲۶/ تا ۳۳۰، مطبوعہ فیاض الحسن بک سیلر کانپور، سنہ ندارد

☆ تذکرہ علمائے اہل سنت: مولانا محمود احمد رفاقتی، ص ۱۹۴، مطبوعہ خانقاہ قادریہ اشرفیہ، اسلام آباد بھوانی پور، مظفر پور (انڈیا) ۱۳۹۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وبہ نستعین

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی شفیع المذنبین بالیقین محمد و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

امابعد:

پس یہ خلاصۂ ترجمہ ہے رسالہ البوارق المحمدیة لرجم الشیاطین النجدیة کا جس کو فاضل اجل سیف اللہ المسلول حضرت مولانا مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے ۱۲۶۵ھ میں تصنیف کر کے مطبعِ دارالسلام دہلی میں چھپوایا تھا، چونکہ وہ رسالہ بباعث اغلاق کلام عوام کے فہم سے برتر تھا لہٰذا اِس احقر العباد نے برائے تسہیل وتیسیر بخاطرِ مشتاقاں وتائیدِ عقائدِ مسلماناں سرسری مختصر ترجمہ عام فہم کیا، کہ سوادِ اعظم حنفیہ خطۂ پنجاب کے مکائد نجدیہ اور فرقۂ لامذہبیہ ہندیہ سے واقف ہوجائے۔ وما علینا الا البلاغ (ہمارے ذمے تو فقط پہنچانا ہے)۔

آغاز ترجمہ مختصر: اس رسالے میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ کیفیت حدوث اور ظہور فرقۂ نجدیہ میں۔

باب اول اُن کے عقائد میں۔

باب دوم اُن کے مکائد میں۔(۱)

عرب میں فرقہ نجدیہ وہابیہ کا آغاز

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے نجد کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ

هناک الزّلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان

(نجد میں) زلزلے اور فتنے ہوں گے اور یہاں شیطان کا گروہ ظاہر ہوگا۔

اس پیشن گوئی کا ظہور اس طرح پر ہوا کہ ۱۲۰۳ھ میں بسبب وفات سلطان عبدالحمید خاں مرحوم (سلطان روم) کے، اور فساد قائم کرنے اُس کے برادر زادے سلطان سلیم کے، اور دنگا اور شورش

---

(۱) مکائد جمع مکیدہ بمعنی فریب۔ (مترجم)

باہمی وارثانِ سلطنتِ روم کے، وہاں نہایت درجے کا خلل اور فتور برپا ہوا اور سب صوبے سرکش اور باغی ہو گئے تھے اور آمدنی نذور اور تحائف و مواجب و خیرات جو اہل حرمین محترمین اور شریف مکہ کے واسطے سلطان کی جانب سے سال بسال آتے تھے، سب مسدود ہو گئے اور شان و شوکت شریف مکہ کی درہم برہم ہو گئی اور ہر ایک جاہ طلب جو جمعیت رکھتا تھا ملک گیری کے خیال میں لگا، چنانچہ عبدالوہاب نام کہ قبائلِ نجد میں ممتاز اور مشارٌ الیہ تھا اور علمِ ظاہر اور باطن میں نامی گرامی آدمی تھا، اور باپ دادا سے سلسلۂ شاذلیہ میں مقتدا و پیشوا عام و خاص کا ہو رہا تھا، ریاست کی فکر میں لگا، چونکہ حصولِ منصبِ ریاست بغیر سرمایۂ نقود و اجناس مشکل ہے، لہٰذا اُس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں اور دوستوں سے مشورت کر کے استمزاج کیا کہ بغیرِ زر حصولِ ریاست کس طرح ہو؟ سب متفق الرائے ہوئے کہ بجز حیلۂ دین داری کے دوسری کوئی تدبیر نہیں، اس حیلے سے عوام الناس کی جمعیت کے زور سے اولاً حرمین پر کہ خزائن و دفائن سے مملو اور مالا مال ہیں، قبضہ کرنا مناسب ہے کہ بعد تسلط بر حرمین شریفین باقی بلاد اسلامی بسہولت مفتوح و مسخر ہو جائیں گے۔ بعد از قرار دادِ ہٰذا اُس کے خاندان کے سب لوگ عوام الناس کو مرید بنانے لگے اور عامۂ خلائق کو دامِ اطاعت اور انقیاد میں لا کر ۱۲۱۸ھ میں بیوم جمعہ مجمع عام کیا، اور امرا اور ارکان اطراف و جوانب کو حاضر کر کے یہ وعظ کیا کہ:

> شرع میں بادشاہ کا ہونا ضرور ہے کیوں کہ اقامتِ جمعہ اور عید، و عزل و نصبِ قاضیاں اور داد رسیٔ مظلوماں اور تنبیہ ظالماں اور اجرائے حدودِ شرعیہ، سب بادشاہ پر موقوف ہیں اور سلطانِ روم کہ محض برائے نام بادشاہ ہے، کچھ قوت اور شوکت نہیں رکھتا اور خطبے میں اُس کا نام غازی وغیرہ لینا سراسر دروغ اور افترا ہے اور عینِ خطبہ میں منبر پر دروغ کہنا مطلق حرام ہے۔ اب لازم ہے کہ سب حاضرین متفق ہو کر ایک شخص کو بادشاہ مقرر کریں اور اطاعت اُس کی اپنے ذمے واجب سمجھیں، مگر مجھ کو معذور رکھیں کیوں کہ مجھے دنیا کی کچھ رغبت نہیں ہے

خواص بولے کہ ”بجز ذاتِ شریف کے دوسرا کوئی اِس امر کے لائق نہیں“، خود بدولت بولے کہ

عالمِ مجبوری ہے اب میں گروہ اہل اسلام کی مخالفت کس طرح کروں مگر
اِس شرط پر منظور ہے کہ عقائد واعمال میں تم میرے مطیع رہو

آخرالامر سب سے بیعت لے کر امیر المومنین لقب پایا اور اسی روز خطبے میں بجائے نام سلطانِ روم کے اپنا نام درج کر دیا اور دوسرے جمعہ قرب و جوار کے شہروں میں نام اُس کا بجائے نام سلطان کے جاری ہو گیا، اور اپنا وطن کہ درعیہ نام تھا کو مقر امامت قرار دیا، اور تا دمِ زیست خود اُس نے وہاں سے حرکت وجنبش نہ کی، اور بیٹوں و پوتوں کو بلاد وامصار میں معیّن ومقرر کر کے بالقاب خلفائے راشدین موسوم کیا، اور قاضی ومفتی ومحتسب مقامات مناسب میں تعین کر کے اشاعت عدل واحیائے دین میں مصروف ہوا۔

کتاب التوحید کی تصنیف

بعد از تمہید مقدمۃ الجیش مقصود اصلی کی طرف متوجہ ہوا یعنی حرمین شریفین کے خزائن کے غارت کرنے کی اس طرح تیاری کی کہ از ابتدائے آغاز قرار دادِ امامت تا تسلط وانتظام ملکی کہ بوساطت ذریات ہوا۔

خود بدولت اختراعِ مذہبِ جدید میں کہ مابین کفر واسلام کے ہو اور اہل سنت و جماعت اور سائر فرقِ اسلامی سے مباینت ومخالفت رکھتا ہو، مصروف رہا چنانچہ چند مسائل متفرق مذہب معتزلہ وخوارج وملاحدہ ظاہریہ اور دیگر اہل اہوا سے انتخاب کر کے اور چند مسائل طبع زاد ایجاد کر کے جملہ مسائل مدلل بدلائل اور احادیث سے ایک کتاب تالیف کی، جس کا مقدمہ ایزاد کر کے اور کچھ بسط و تفصیل سے تکمیل کر کے اُس کے بیٹے محمد نام نے، اُس کو ''کتاب التوحید'' سے موسوم کیا اور اُس کو دو باب پر منقسم کیا:

پہلا باب شرک کے رد میں۔

دوسرا باب بدعت کے رد میں۔

خلاصہ اس کتاب کا تکفیر وتفسیق تمام امت مرحومہ کی ہے اور چالاکی سے افعال محرمہ کو کہ اکثر جہال سے سرزد ہوتے ہیں، افعال مکروہہ اور مستحبہ اور مسنونہ سے خلط کر کے ایسی آیات اور احادیث کہ جن کو مطلب سے کچھ مناسبت نہ تھی، ساتھ ہی ذکر کر کے سب افعال کا نام شرک اور بدعت رکھا

اور اُن کے مرتکب کو کافر کہا۔ اکثر افعال جن کو اُس نے کفر قرار دیا ہے متعلق بہ تعظیم انبیا اور اولیا اور تبرکات تھے۔ غرض یہ تھی کہ جب مرتکب ان کے کافر قرار پائیں گے تو جنگ وجدال اُن سے جہاد بن جائے گا۔

چند نسخے اس کتاب کے اپنے خلفائے راشدین کو کہ دراصل مارقین فی الدین یعنی خارجی اور زندیق تھے ارسال کیے اور اس اثنا میں خود بدولت دار البوار میں داخل ہوا یعنی جہنم واصل ہوا۔

مارقین مذکور نے چرب زبانی کو کام فرما کر اظہار واعلان میں اُس کے مطالب کے ساعی ہو کر خلقت کو اِس کی تقلید کی دعوت کی، عوام کالانعام کو بہ شامتِ نفس اور بہ اغوائے شیطان بہ دل وجاں اپنا مطیع کرلیا۔

وہابیوں کا مکہ مکرمہ پر حملہ

بعد از تمہید مقدمہ ہذا سعود نا مسعود عاقبت نا محمود ۱۲۲۱ ہجری میں بہت سا لشکر ہمراہ لے کر عازم بیت اللہ کا ہوا اور اہل حرم اس کی اتباعِ سنت اور اشاعت عدل واحیائے دین کی خبر سن کر منتظر ملاقات کے ہوئے، اور ہر چند قرب وجوار کے لوگوں نے ان کا حال دیکھ بھال کر مکہ معظّمہ میں افشائے راز کر کے شریف مکہ سے درخواست کی، کہ ترکی لشکر کو اور عربی بدوؤں کو بلا کر استحکام مکہ معظّمہ کا کریں، شریف نے ایک نہ سنی، کہنے لگا ''معاذ اللہ میں زائرین خانہ خدا کی ممانعت و مزاحمت کروں؟'' بلکہ درخواست کرنے والوں کو زجر اور توبیخ کی اور تاکید کی کہ ایسے کلماتِ مفسدانہ پھر نہ کہنا۔

اتنے میں سعود نا مسعود روانہ ہوا۔ پھر ارکان مکہ نے شریف سے کہا کہ '' آپ کی غفلت کے سبب مکہ میں خوں ریزی ہوگی''۔ شریف نے یہی جواب دیا کہ ''متبعانِ سنت سے ایسے حرکات سرزد نہیں ہوتے''۔ اِس اثنا میں سعود کا لشکر قرن المنازل میں پہنچا (قرن المنازل میقات اہل نجد کا نام ہے) مکہ سے طرف دیگر طائف میں جا کر تمام شہر کا محاصرہ کرلیا اور ارکان داعیان طائف کو کہلا بھیجا کہ خلیفہ راشد براہِ محبتِ دینی ملاقات کے واسطے تم کو یاد کرتا ہے۔ سب لوگ باطمینان تمام خوش وخرم باہر آئے بہ مجرد پہنچنے کے اُن کے سر تن سے جدا کروا دیئے اور فوراً چار طرف سے شہر طائف پر یورش کا حکم دے دیا، زن ومرد، خورد وکلاں، جو آگے آیا سب کو تہہ تیغ کیا اور جو معاملہ

ہلاکو خان ملعون چنگیزی نے بغدادیوں سے اور یزیدیوں ملعونوں نے مدینے والوں سے واقعۂ حرہ (۱) میں کیا تھا، اس سے چند گونہ زیادہ کیا اور جملہ اسباب پر قبضہ کر کے چندے افسران برائے محافظتِ مال وہاں چھوڑ کر خود مکہ کو متوجہ ہوا۔

اب مصیبت زدگاں بقیۃ السیف طائف کے مکہ میں آ کر شریف کو سرگزشت طائف کی سناتے ہیں تو شریف کے پاس فوج کہاں؟ وقت ہاتھ سے جاتا رہا، مکہ میں فوج فقط پانسو غلام تھے اور اتنی فرصت نہیں کہ اطراف و جوانب سے مدد بلائے اور "کتاب التوحید" قبل اس کے ایک روز مکہ معظّمہ میں پہنچی تھی اور علمائے مکہ نے فتویٔ کفر اس طائفے کا لکھا تھا۔

خدام حرم نے بازاریوں اور شہریوں کو مستعد مقابلہ کا کیا اور شریف مکہ کے غلام بھی اُن سے متفق ہو کر شریف سے درخواست اجازت مقابلہ کی کرنے لگے۔ اب شریف یہ سب ماجرا طائف کا سن کر سراسیمہ و ہراساں ہوا اور اپنی غفلت پر شرمندہ و نادم اور بباعث عدمِ موجودگی فوج کے، نہایت ترساں ہوا، اور دل میں یہ خیال کرنے لگا کہ "شاید طائف والوں نے اُس کا مقابلہ کیا ہو، جس کی پاداش اُن کو ملی ہے اور حرم میں خوں ریزی نہ ہوگی، اب مجھ کو بیت الحرام کے زائرین سے حکم قتال کا دنیانا جائز ہے"۔

اِس حیص بیص میں تھا تا آں کہ خبر آئی کہ نجدی قتل عام اور غارت کرتے ہوئے حرم شریف کی حد سے تجاوز کر آئے ہیں۔ اب شریف کو ان خبیثوں کا خبث متیقن ہوا اور بغیر از فرار چارہ نہ دیکھا، افتاں و خیزاں بہ ہمراہی چند غلاماں جدہ کی راہ لی، وہاں جا کر قلعے میں متحصن ہوا اور سعودِ نامسعود بے مقابلت و مزاحمت آمدے چار طرف سے بکمالِ سفاکی و بیباکی اپنے ایمان کی آبرو گراتے ہوئے داخل حرمِ محترم ہوا۔ زن و مرد وہاں کے چندے پہاڑوں پر جا چھپے اور چند کساں خانۂ خدا میں پناہ گیر ہوئے۔ اِن اشقیا نے متعلقین استارِ کعبہ اور پناہ گیرانِ قبۂ چاہِ زمزم اور حطیم اور مقام ابراہیم سے بلا پاسداری ان مقامات متبرکہ کے، وہ معاملہ کیا جس سے قلم لرزاں اور دل تپاں ہے۔ قفل خانۂ کعبہ کا توڑ کر نذور کعبہ کو قبل از ابتدائے ظہورِ خاتم النبیین تا اُس وقت کوئی متعرض اُن کا نہیں ہوا تھا اور سب لوگ اُس کی ترقی میں کوشش کیا کرتے تھے، نکال لیا اور اثاث البیت جملہ

---

(۱) حرہ مدینے کے پاس ایک قطعہ زمین کا نام ہے۔ (مترجم)

باشندگان مکہ کا اپنے تصرف میں لائے اور حکم نافذ کیا کہ اہل مکہ پہاڑوں سے اُتر کر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوں، مگر جس کے پاس اسلحہ وسازِ جنگ پائیں گے اُس کو قتل کر ڈالیں گے اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو امان نہ ہوگی، جہاں پائیں گے کام اُن کا تمام کریں گے، کہ اِن کے وجود سے ہمارے دل میں دغدغہ فتنہ وفساد کا باقی ہے، پس جس کو طاقتِ فرار تھی وہ تو آوارہ ہوگیا اور جو اُن کے ہاتھ آیا اُس نے شربت شہادت پیا، بقیۃ السیف اپنے گھروں میں جب آئے تو گھروں کو اثاث البیت سے خالی اور رفتہ پاتے ہیں۔

اے گروہ اہل ایمان! واے امت حضرت ختم مرسلان! یہ مقام عبرت کا ہے جس جگہ جانورانِ شکاری شکار کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہاں کے نباتات اور حیوانات کو کاٹنا اور ستانا حرام ہوا اور آدمی گناہ کے خیال پر وہاں ماخوذ ہوا اور بھیڑیا اگر کسی جانور کے پیچھے دوڑے اور وہ جانور داخلِ حدِ حرم ہو جائے تو وہ درندہ تعاقب اس کا چھوڑ دیتا ہے، داخلِ حدِ حرم نہیں ہوتا اور پرندگاں ہوا میں محاذی خانۂ کعبہ کے پہنچتے ہی چپ وراست منحرف ہو جاتے ہیں، اوپر سے نہیں گزرتے۔ اِن شیاطین نے اِس بقعۂ شریفہ میں کیسے کیسے گناہ کیے اِنا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

وہابیوں کا مدینہ منورہ پر حملہ

بعد فراغ اِس مہمِ اہم سے اب قصد غارتِ مدینہ منورہ کا کیا۔ اثنائے راہ میں جو ملا اُس کو شربتِ شہادت پلایا، وہاں جا کر قتل عام اور غارتِ تام اور ہدمِ آثارِ صحابہ واہلِ بیت کرام کر کے قصد گرانے روضۂ مقدس نبوی کا کیا اور روضۂ مقدس کا صنم اکبر یعنی بڑا بت نام رکھا۔ چند اوباش نے بہ آلات ہدم بہ نیت فاسدہ اِس مقام پاک پر پہنچ کر دروازہ کھولا، دروازہ کھولتے ہی ایک اژدہا نے عصائے موسیٰ کی طرح ان فراعین ملاعین پر ایسا پھُنکارا مارا کہ اکثر سوختہ وسیاہ ہو کر داخلِ جہنم ہوئے اور اُن کے لاشہ ہائے ناپاک سے ایسی بدبو پھیلی کہ اُن کے بقایا نے اُن کو غسل و کفن بھی نہ دیا، کتوں کی طرح شہر سے باہر ڈال دیے گئے۔

الحاصل بعد تکمیل مراتب جور وستم ایک کارواں بافوجِ اظلم وہاں چھوڑ کر اور تمام سامان ساتھ لے کر مکہ معظّمہ کو واپس آ کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے ادھر دیہاتِ قرب وجوارِ مکہ معظّمہ میں جو خالی از فوج تھے سب کو لوٹا مگر جدہ کا ارادہ نہ کیا کہ سب بدّو وہاں جمع ہو گئے تھے۔

اور ۱۲۲۳ھ میں جب سلطان محمود خان غازی تخت نشینِ روم ہوا تو ان کو چک ابدالِ دجال کا حال دریافت کر کے محمد علی پاشا والیٔ مصر کو فرمان بھیجا کہ اِن کا تدارکِ واقعی کرے اور ان میں سے کسی متنفس کو زندہ نہ چھوڑے۔ والیٔ مصر نے ابراہیم پاشا کو بالشکر جرار اگن بوٹ پر سوار کر کے بندرِ جدہ کو روانہ کیا۔

شیخ عمر بن عبدالرسول سے مناظرہ

اور ادھر فتویٰ علمائے مکہ کا کہ قبل از نزولِ بلا در بابِ تکفیر مصنف ''کتاب التوحید'' جس کا ترجمہ ''تقویت الایمان'' ہے مرتب کیا گیا تھا، اِن ملاعین کے ہاتھ آیا۔ فتویٰ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو کر مفتیانِ فتویٰ کو حرم میں بلا کر سزائیں دینا شروع کیا اور حضرت عمر عبدالرسول کہ مقتدائے اہل مکہ تھے اُن کو بھی حاضر کیا۔ سعودِ مردود نے بطریق تمسخر اُن سے کہا:

السلام عليك يا شيخ مكة

حضرت نے فرمایا کہ:

عليك السلام يا شيخ نجد (۱)

سعود نامسعود یہ بات سن کر برہم ہوا کہ مجھ کو گالیاں دیتے ہو؟ شیخ نے فرمایا:

> تم نے مجھے میرے شہر کی طرف منسوب کیا میں نے تجھے تیرے وطن کی طرف منسوب کیا اور اس آیت پر عمل کیا **اِذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها او ردوها** یعنی جب تم کو کوئی تحفہ دیا جائے تو تم اُس سے بہتر دو یا اُس کو واپس کر دو

یہ ملعون بولا کہ ''یہ مُہر تمہاری ہے؟'' شیخ نے فرمایا کہ ''برضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ فہمیدہ و سنجیدہ مَیں نے مُہر کی ہے''۔ ملعون بولا ''کس سبب ہماری تکفیر کا حکم کیا؟'' شیخ بولے ''کتاب التوحید اپنی لا تا کہ مفصلاً نشان دوں''، کتابِ مذکور شیخ کو دی، کتاب کھولتے ہی دیکھا تو یہ نکلا:

> یاد کرنا موتیٰ کا خواہ نبی ہو یا ولی، بغیر وقت زیارت قبور کے شرک ہے

شیخ نے فرمایا کہ:

---

(۱) شیخ نجد ابلیس کا لقب ہے۔ (مترجم)

اب اس عبارت کو سوچ کہ یہ عجب شرک ہے کہ نماز میں داخل ہے اَلسلامُ
علیک اَیُّھاالنَّبِیُّ نماز میں پڑھتے ہو؟ اب اگر تجھ کو کافر نہ کہیں تو کیا کہیں
اور عقیدہ تیرا اگر مسلم ہو تو کوئی متنفس تا صحابہ کفر سے نجات نہ پائے گا

(نعوذ بالله من هذه العقيدة الفاسدة) اور عمدہ دلائل اور براہین سے ابطال خرافاتِ قرنِ شیطان کا ثابت کر کے خارجی مردود کو ملزم کیا۔

سعودِ مردود طیش میں آ کر بولا:

اے شیخ تو مخبوط العقل ہو گیا ہے، بے محابا ہم سے ایسے کلام کرتا ہے، ہماری
شان و شوکت کو جانتا ہے؟ کہ ابھی سزائے اعمال تجھے پہنچے

شیخ نے نعرہ مارا یا احکم الحاکمین.

ابراہیم پاشا اور وہابیوں کے درمیان معرکہ

ابھی یہ کلام طے نہیں ہوئے تھے کہ یکا یک لوگوں میں چرچا ہوا کہ ابراہیم باشا بندرِ ینبوع سے گزر کر بندرِ جدہ کو متوجہ ہے اور یہی افواہ عوام الناس میں اُڑ گئی حتیٰ کہ سعود مردود نے یہ کلام سنتے ہی مضطربانہ لشکر میں جا کر اپنا فکر کیا اور حضرت شیخ اُس کے ظلم سے محفوظ رہے۔

بعد تحقیق معلوم ہوا کہ اُس وقت ابراہیم پاشا ینبوع سے کہ مکہ سے آٹھ دن کے فاصلہ پر ہے گزرا تھا (اب یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ اتنے فاصلے سے مکہ میں یہ خبر کس نے اڑا دی تھی) دوسرے روز گروہِ شیاطین جدہ کو روانہ ہو کر لب دریا خیمہ زن ہوئے اور اُسی روز ابراہیم پاشا قبل از ورودِ گروہِ شیاطین داخلِ قلعہ ہو گیا تھا اور جہاز واپس کر دیا کہ امیر البحر کو حکم پہنچائے کہ آدھی رات کے وقت ایک بندر پر کہ جدہ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے فوج کو اتارے اور توپیں قبل از طلوعِ صبح بندر جدہ پر پہنچا کر اُس گروہِ شیاطین پر گولہ باری کرے اور شبا شب بطور یلغار لشکر مخالف پر آدھی فوج سے شب خون ڈالے اور آدھی ایک طرف کمین میں رکھے جب کہ یہ گروہِ شیاطین فرار ہوں تو اُن پر گراب مارے۔

الغرض اخیر شب کو قلعے سے چند توپیں اُتاری تھیں کہ اُدھر سے امیر البحر نے شلک شروع کر دی، ادھر سے ابراہیم پاشا نے آتش باری ایسی کی کہ اِن وحوش نے کبھی ایسا صدمہ نہیں دیکھا

تھا رو بفرار ہو گیا۔ اِن کے خیمہ گاہ چھوڑتے ہی ابراہیم پاشا نے جملہ ساز و سامان اِن کا غارت کر کے اِن کا تعاقب کیا۔ ان مرجوموں پر تین طرف سے گولہ باری ہونے لگی اِدھر ابراہیم کے، اُدھر امیر البحر کے، اُدھر فوجِ کمین گاہ کے، اور یہ فراعنہ ملاعنہ بعضے آگ کی راہ سے اور بعضے آب شور کی راہ سے واصل جہنم ہوئے۔ سورج نکلنے تک میدان صاف ہو گیا۔ سعود مردود با ناکسانِ معدود گریزاں وافتاں وخیزاں نجد کا راہی ہوا۔

بعدۂ ابراہیم پاشا متوجہ مکہ معظّمہ کا ہوا اور ایک امیر طائف میں مقرر کیا اور کچھ لشکر مدینہ منورہ کو روانہ کیا اور خود مکہ معظّمہ میں پہنچ کر بعد ادائے عمرہ نجد میں جا کر کسی متنفس کو اِن اشرار میں سے زندہ نہ چھوڑا۔ اسباب وسامان جو کہ مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ سے غارت کر کے لے گئے تھے ہر ایک مالک کو واپس کر دیا اور علاوہ برآں جو اسباب نقد و جنس نجدیوں کا ہاتھ آیا، باشندگان حرم شریف پر تقسیم کر دیا اور جن مساجد کو اِن خبیثوں نے مسمار کیا تھا اُن کے لیے حکم تعمیر کا فرمایا۔

یمن اور مسقط میں فرقہ وہابیہ کا ظہور

اُنھیں ایام میں صحرائے بادیہ نشیناں فرقۂ زیدیہ نے کہ ایک شعبہ شیعہ کا ہے اور نواحِ بنادرِ یمن میں آباد ہے ''کتاب التوحید'' کے پہنچنے سے مذہب نجدیوں کا اختیار کر لیا۔ چونکہ اس نواح میں بباعث ضعفِ حکومت بادشاہِ صنعا کے، ان بادیہ نشیناں نے تجرد اختیار کیا ہوا تھا اور ایک شخص کو امیر المؤمنین مقرر کر کے ''محلّہ'' اور ''حدیدہ'' پر کہ بڑی بندر یمن کی ہیں مسلمانوں سے قتال و جدال شروع کیا۔ بادشاہِ صنعا نے سلطانِ روم کے یہاں عرضی کر کے استغاثہ کیا۔ وہاں سے بنام ابراہیم پاشا کہ اُن ایام میں مقیم حجاز تھا حکم صادر ہوا، چنانچہ ابراہیم نے حسب الحکم سلطانی مصر میں جا کر نجدیہ زیدیہ کی جمعیت کو متفرق کر دیا۔

پھر جب سلطان محمود غازی سلطان روم جوار رحمت الٰہی میں گئے اور خلف الصدق اُن کا سلطان عبدالمجید خاں زینت فرمائے اورنگِ سلطنت کے ہوئے، تو جملہ صوبہ داران کو بعد از جد و کد مطیع و منقاد اپنا کیا، اور محمد علی باشا کے تحت سوائے مصر کے کوئی ملک نہ رکھا اور حکومتِ حجاز اور یمن و نجد و شام وغیرہ کی اُس سے انتزاع کر کے دوسرے پاشوں کو دے دی۔

اس اثنا میں فوج محمد علی کی یمن سے روانہ مصر کو ہوئی اور ہنوز فوج سلطانی یمن میں نہیں پہنچی کہ

فرقۂ زیدیہ نے نواح ''مخا'' و ''حدیدہ'' میں ایک شخص کو امیر المؤمنین کا خطاب دے کر اسی وتیرۂ تیرۂ نجدیہ کو شعار اپنا بنا کر اور ''مخا'' و ''حدیدہ'' پر تاخت کر کے اموالِ تجار غارت کر لیے، جب یہ فقیر (یعنی مولانا مولوی فضل رسول صاحب مبرور ومغفور) وہاں پہنچا تو حکومت اِن حضرات کی تھی، آدمی صحرائی نظم ونسق سے ناواقف، فقیر کو امیر المؤمنین ''مخا'' نے علاج کے واسطے یاد کیا۔ مرض قرحۂ مثانہ کا تھا، میرے علاج سے شفا پائی۔

اب سنا گیا کہ سلطانی فوج کے پہنچنے سے صحرائی صحرا کو چلے گئے۔ ایک فرقۂ خارجیہ کہ جس کو اباضیہ کہتے ہیں مسقط کے اطراف میں یہ مذہب اختیار کر کے ایک شخص کو امیر المؤمنین خطاب دے کر سرگرم قتل وغارت کا ہوا۔ چند جہاز حاجیوں اور تاجروں کے غارت کیے۔ دریا کے راستے میں بڑا فتنہ برپا کیا۔ امام مسقط سعید نام، بڑا ہوشیار اور بے تعصب آدمی تھا اور روادار اذیت کسی متنفس رعیت ومسافر کا، خواہ کسی ملت ومذہب کا ہو، نہ ہوتا ان کی قرارِ واقعی تنبیہ میں ایسا لگا کہ اثر ونشان اِس طائفے کا وہاں نہ چھوڑا۔

الغرض آج برّ عرب حجاز وشام ویمن وغیرہ میں بجز چند صحرائیوں زیدیہ کے کہ اطرافِ سواحلِ یمن میں نشان اُن کا ہے اور کوئی صاحب اس مذہب کا نہیں۔ حرمین شریفین اور جملہ بلادِ اسلامیہ متعلقہ ممالکِ روم وشام ومصر میں بغیر تقیہ گذر اِن خبیثوں کا محال ہے۔

یہ کیفیت بالا نجدیہ عرب کے بموجب تاریخ محمد بن نصر شامی کے مختصراً لکھی گئی ہے۔

ہندوستان میں وہابیت کا آغاز

اب حقیقت شیوع اِس فرقۂ ضالہ کی خطۂ ہندوستان میں یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اخیر عمر میں اپنی سب جائدادِ منقولہ اور غیر منقولہ جو بکثرت تھی اپنی بیوی اور نواسوں کو ہبہ کر کے اُن کو قابض ومتصرف کر گئے اور مولوی اسماعیل برادر زادہ اُن کا سراسیمہ ہو کر بہ اتفاق مولوی عبدالحی (داماد شاہ صاحب مرحوم) کہ انھیں دنوں میں نوکری محرری عدالت ضلع میرٹھ سے موقوف ہو کر دلی میں پہنچے تھے۔ سید احمد (مرید شاہ صاحب) کو پیر ومرشد اپنا بنا کر سیر وسیاحت کرنے لگے۔

سید احمد رائے بریلوی کے مراتب وکمالات

اور اپنے پیر ومرشد کے کمالات کے اظہار میں اس قدر مبالغہ کیا کہ اپنی کتاب صراط مستقیم

میں ان کو مشابہ جناب رسالت مآب ﷺ کے کیا۔ یعنی سید احمد صاحب جبلت اور فطرت میں مشابہ جناب رسالت مآب ﷺ کے پیدا ہوئے ہیں، اسی سبب لوحِ فطرت اُن کی نقوشِ علومِ رسمیہ اور تحریر اور تقریر سے مصفیٰ رہی ہے اور یُمن بیعت شاہ صاحب سے کمالاتِ طریقۂ نبوت کی کہ مجملاً اُن کی طبیعت میں پہلے ہی مندرج تھی بتفصیل شرح تمام ہوئی اور مقامات ولایت بخوبی جلوہ گر ہوئے۔

اور تین خُرما حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو خواب میں کھلائے، بعدہٗ جناب ولایت مآب علی مرتضیٰ نے بدست مبارک خود غسل دیا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے لباسِ فاخرہ پہنایا، اِس سبب کمالاتِ طریقۂ نبوت اُن میں نہایت جلوہ گر ہوئے اور حق تعالیٰ بلا واسطہ متکفل اُن کے حال کا ہوا، حتیٰ کہ ایک دن خدا تعالیٰ نے دایاں ہاتھ اُن کا اپنے ہاتھ میں لے کر اور کچھ انوار قدسی پیش آنحضرت ﷺ کے کر کے فرمایا کہ ''تجھ کو یہ دیا اور بہت کچھ دیں گے''، حتیٰ کہ ایک شخص بخواہش بیعت خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ صاحب سید احمد صاحب نے جنابِ باری سے استفسار کیا اس معاملے میں آپ کو کیا منظور ہے؟ حضور سے حکم آیا کہ ''جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا گو لکھوکھا آدمی ہوں ہر ایک کو میں کفایت کروں گا''۔

الغرض ایسے معاملے صدہا پیش آئے تا آں کہ کمالاتِ طریقۂ نبوت بدرجہ علیا پہنچے، الہام و کشفِ علوم حکمت نہایت کو پہنچا اور کمالات راہ ولایت کے قبل از تحصیلِ مبادی ولایت کہ ریاضات و مجاہدات و اذکار و اشغال مراقبات ہیں بطور علم لدُنّی کے حاصل ہو گئے تھے۔

نسبت قادریہ اور نقشبندیہ اس طور پر حاصل ہوئی کہ روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین کی اور جناب خواجہ بہاء الدین نقشبند کی متوجہ ان کے حال کی ہوئی، تا قریب ایک ماہ کے مابین روحین مقدسین تنازع رہا، ہر ایک ان میں سے جذب بتمامہ اپنی طرف کرنا چاہتا تھا آخر الامر یہ ٹھہری کہ دونوں مل کر ایک دن شاہ سید احمد پر جلوہ گر ہوئے، ایک پہر تک دونوں نے توجہ قوی اور تاثیر زور آور فرمائی تا آں کہ اس پہر میں دونوں طریقے نصیب ان کے ہوئے۔

اور نسبت چشتیہ اس طور پر حاصل کی کہ ایک دن حضرت شاہ صاحب حضرت خواجۂ خواجگاں، قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہٗ کی مرقد منور پر مراقب تھے کہ روح پُر فتوح قطب صاحب

سے ملاقات ہوئی اور قطب صاحب نے بڑی توجہ فرمائی، اس سبب سے نسبت چشتیہ حاصل ہوئی اور بعد از مدت حق تعالیٰ نے بلاتوسط اختتام نسبت چشتیہ کا عنایت فرمایا۔

کتاب صراط مستقیم کی چند عبارتیں

خلاصہ ولُبّ لباب صراط مستقیم (۱) کا یہ ہے کہ ثمرہ طریقت اور شریعت کا اور اساس حقیقت اور معرفت کی حبّ خدا ہے۔ اور حُب خدا دو قسم ہے، ایک نفسانی اُس کا نام ''عشق'' ہے، دوسرا ایمانی اُس کا نام ''حُب عقلی'' ہے۔ ثانی کہ حب ایمانی سے شروع ہو کر منتہی بہ نبوت ہے، اُس کا نام ''راہ نبوت'' رکھا اور اول کہ ابتدا اُس کی حبِ عشقی سے انتہا بہ معرفت ہے اور خلاصہ ولایت کا ہے اُس کا نام ''راہ ولایت'' رکھا۔

باب اول دونوں طریقے یعنی طریق نبوت اور طریق ولایت کے بیان میں۔

فصل اول طریقہ ولایت کے امتیاز میں۔

افادۂ اوّل ہدایت ثالثہ سے اور فصل اول آثار حب عشقی سے یہ ہے کہ حب عشقی مقتضی انخراق حجاب بشری کے ہے اور موجب وصول روحِ الٰہی کا اپنے اصل پر نہ مطابقت کسی قانون کی، خواہ قانون شرعی ہو، خواہ قانون ادب اور نہ خواہش رضائی کسی کے خواہ رضائے محبوب ہو خواہ غیر ذلک اور نہ التزام متابعت کسی کا خواہ محبوب ہو خواہ غیر۔ حاصل کلام مقصود اِس سے ابانت واظہار حب عشقی کا نہیں ہے بلکہ اشارہ ایک فرق کا ہے کہ مابین حب عشقی اور حب عقلی کے ہے۔

افادۂ دوم یہ کہ قطع علائق از ماسوائے محبوب اور تنگی حوصلہ از انتظام امور ملکی اور مآلے امامت جماعات اور اقامت اعیاد وجمعات اور ایفائے حقوق بذوی الحقوق وذوی الارحام وغیرہ یہ آثار اُس تفرد کے ہیں اسی واسطے متفرد نکاح سے نفرت کرتا ہے۔

افادۂ سوم منجملہ اس حب کے تعلق قلب کا ہے اپنے مرشد سے، نہ اس طور پر کہ یہ شخص پر نالہ فیضِ خدا کا ہے اور واسطہ ہدایت کا، بلکہ اس طور پر کہ متعلق عشق کا وہی شخص یعنی پیر ومرشد ہے جیسا

---

(۱) صراط مستقیم فارسی زبان میں سید احمد رائے بریلوی صاحب کی تعلیمات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحی بڈھانوی نے ترتیب دیا تھا، یہ کتاب ایک مقدمہ چار باب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے، مقدمہ، پہلا اور چوتھا باب شاہ اسماعیل دہلوی کا ترتیب کردہ ہے جب کہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحی بڈھانوی نے ترتیب دیا ہے۔ (مرتب)

کہ کسی نے کہا ہے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کے لباس کے بغیر تجلی فرمائے تو مَیں اس کی طرف التفات نہ کروں''۔

افادۂ چہارم منجملہ آثار حب عشقی سے یہ ہے کہ علوم اور طاعات ظاہری سے بے پرواہ ہو۔

افادۂ اول ہدایت رابعہ سے حب عشقی کے ثمرات سے یہ ہے کہ مشاہدۂ جمال حاصل ہوتا ہے اور خلعت ہم کلامی اور سرگوشی کا ہاتھ آتا ہے۔

افادۂ دوم جب رہبرِ توفیق اس بے ہوش کا ہاتھ پکڑ کر بالا کھینچتا ہے تو مقام فنا اور بقا کا ظاہر اور نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ عاشق زمزمہ انا الحق کا اور لیس فی جبتی سوی اللّٰہ (ا) کا گاتا ہے اور لوازم اِس مقام سے وحدت وجود کا دم مارنا ہے اور جب حبِّ ایمانی کمال کو پہنچتا ہے تو اس شخص کو زیر سایہ اپنی کفالت کے لاکر حواس تدبیر تکوینی اور تشریعی اپنی کے کر دیتی ہے۔

اور صدیق من وجہٍ مقلد انبیا کا ہوتا ہے اور من وجہٍ محقق احکام شرائع کا۔ اگر ذکی العقل ہو تو نور جبلّی اُس کا بسوئے کلیات حقہ کہ حظیرۃ القدس (۲) میں واسطے تربیت نوع انسانی کے عموماً متعین ہے، اِس کو رہنمائی کرتا ہے اور یہ کلیات ہمیشہ اُس کے ذہن میں رہتے ہیں اور استنباط جزئیات کا اِن کلیات سے کرتا ہے، سو علوم کلیہ شرعیہ اِس کو دو واسطے سے پہنچتے ہیں ایک بذریعہ نور جبلی دوم بذریعہ انبیا، اِس کو احکام ملت میں شاگرد انبیا کا بھی کہہ سکتے ہیں اور استاذ انبیا کا بھی۔ (۳)

اور طریقۂ اخذ بھی ایک شعبہ ہے وحی کے شعبوں سے کہ اِس کو عرف شرع میں نفث فی الروع کہتے ہیں اور بعضے اہل کمال اس کو وحی باطنی بولتے ہیں، سو فرق مابین ان سالکین کرام اور انبیا عظام کے اقامت اشباہ اور مبعوثیت الی الامم کا ہے (یعنی یہ لوگ مبعوث الی الامم نہیں اور انبیا مبعوث الی الامم ہیں) اور نسبت ان کی انبیا سے ایسی ہے جیسے چھوٹے بھائی کو بڑے بھائی سے

(ا) ☆ یہاں مترجم کا چند لفظی حاشیہ ہے جو پڑھا نہیں جا سکا (مرتب)

(۲) حظیرۃ القدس بہشت و عالم جبروت......ملکوت (مترجم)

(۳) یہاں ترجمے میں تسامح واقع ہوا ہے، اصل عبارت یوں ہے:

پس در حکم احکام ملت وکلیات شریعت او را شاگرد انبیا ہم می تواند گفت وہم استاذ انبیا ہم (البوارق المحمدیہ: ۱۷)

ترجمہ: پس احکام ملت اور کلیات شریعت کے حکم میں اس (صدیق) کو انبیا کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور ہم استاذ بھی۔ (ایک استاذ کے دو شاگرد آپس میں ہم استاذ یا استاذ بھائی کہلاتے ہیں)

نسبت، بڑے بیٹے کی اپنے باپ سے اور یہ لوگ اسی واسطے احق الناس بخلافت انبیا ہوتے ہیں اگر چہ تسلط ظاہری نصیب اُن کے نہ ہو اور جہال اہل ملت ان کی ریاست نہ رکھیں اور اس مطلب کو وسایط اور امامت سے تعبیر کرتے ہیں علم اِن کا بعینہٖ علم انبیا کا ہے، لیکن وحی ظاہر میں نہیں آیا، اِس کا نام حکمت رکھتے ہیں اور عنایت و ولایت مخصوصہ ہے کہ انبیاؤں کو ملی ہے اور بسبب ایسی عنایت خاصہ کے اُن کو امتیاز اپنے امثال میں حاصل ہوا ہے اور اسی اجتبا اور اصطفا کے سبب رضاے مولیٰ اُن کی رضا میں مندرج ہوئی ہے۔ اتباع حق ان کی اتباع میں منحصر ہوا ہے اور غضب خدا ان کے غضب کے ساتھ متلاحق ہے، اِس عنایت مخصوصہ انبیا سے ان حکمائے ربانی کو بھی کچھ حاصل ہوتا ہے جس کو وجاہت کہتے ہیں اور مثل عصمت انبیا کے ان کی محافظت ضروری ہے۔

اور یہ بھی صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ حضرت مرتضیٰ کو ایک گونہ تفضیل شیخین پر ثابت ہے اس طرح کہ تابعین ان کے بہت ہیں اور یہ مقامات ولایت اور باقی خدمات مثل قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت وغیرہ کے ذریعے ہیں کہ یہ سب باتیں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد سے تا انقراضِ دنیا اُنھیں کے سبب سے ہیں اور سلطنتِ سلاطین میں اُن کی ہمت کو دخل ہے، چنانچہ سیاحان عالم ملکوت پر مخفی نہیں۔

اور ایضاً اُس میں لکھا ہے کہ صاحبان ان مناصب عالیہ کے تصرف کرنے کے عالم مثال اور شہادت میں ماذون مطلق ہوتے ہیں اور اکابر اس فرقے کے زمرۂ ملائکہ مدبرات الامر میں ہوتے ہیں، سو احوال ان کرام کے ملائکہ عظام کے حالات پر قیاس کیے جائیں۔

اور نیز اُس میں ہے کہ واسطے کشف ارواح اور ملائکہ اور اُن کے مقامات کے اور مکانات زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ اور اطلاع لوح محفوظ کے، شغل دورہ کا کرنا چاہیے کہ اُس شغل کی استعانت سے جو مقام زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ سے دیکھنا چاہے نصیب اُس کے ہوگا اور اہل ان مقامات سے ملاقات کرے گا۔

اور نیز اُس میں ہے کہ برائے کشفِ وقائع آئندہ اکابر اس فریق نے بہت طریق لکھے ہیں اور جو ہر ایک اسم کا اسمائے الٰہی سے مراقبہ کرے گا تو حصہ اُس سے پائے گا، جو رزاقیت کا مراقبہ کرے اور کمال کو پہنچائے تو رزاقیت اُس میں جلوہ گر ہوگی اور جو مراقبہ اسم مُحِی کا کرے تو شانِ

احیائے موتی اُس میں ظاہر ہوگی اور صاحبان اس کمال کے جب درجہ اصطفا اور اجتبا کو پہنچتے ہیں تو تین فریق ہو جاتے ہیں۔ ایک وہ کہ بسبب کمال علو منصب کے حل مشکلات وغیرہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اگرچہ دعا اُن کی واجب الاجابت ہو۔ اور دوسرا وہ کہ عرض حاجات اور حل مشکلات کے واسطے سرگرم ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اُن کے دل میں خواہش مشکل کشائی اور شفاعت ذوی الحاجات کی ہوتی ہے، لیکن زبان نہیں کھولتے، دعائے حالی اُن کی قبول ہوتی ہے۔ اُن کو بلکہ سب عظما کو محفل قرب پر مطلع کرتے ہیں کہ ایجاد اس امر کا محض واسطے رضامندی اور بموجب خواہش قلبی اُنھیں کرام کے متحقق ہوا ہے، انتہی۔

یہ بھی نمونہ از خروار و اندک از بسیار کہ بنظر سرسری کتاب صراط مستقیم سے انتخاب کیا گیا اور حکایات غریبہ کہ سید احمد صاحب کی تعریف میں نقل ہر محفل تذکیر و وعظ (میں) کرتے تھے اور مکاتیب میں لکھتے، کیا بیان کی جائیں۔ آخر سید احمد صاحب اُن کے دورے میں داعی اجل کو لبیک کہہ کے سدھارے(۱)

تقویت الایمان کی تصنیف

اور اثنائے دورہ میں ”کتاب التوحید“ نجدیہ کی مولوی اسماعیل کے ملاحظے میں گذری، بحکم کل جدید لذیذ، ہر نئی چیز مزہ دار ہوتی ہے، پسند کیا اور طرز وعظ کی اس پر ڈالی اور بتصرف قلیل کتاب ”تقویت الایمان“ نام کر کے ہندی ترجمہ کر دیا اور اُن کے خلفا اور اُمنا دور و نزدیک اُس کو منتشر کر کے تحریک فساد کی کرنے لگے اور ایمان اپنا اعتقاد اِس کتاب پر منحصر کیا اور اس کتاب کو فارق و مابہ الامتیاز کفر و ایمان کا اعتقاد کیا۔ مصرعہ

ہر کہ آمد بر آن مزید کرد

اور ذریۂ اسماعیلیہ نے تو کتاب مذکور پر بہت تفریعات استنباط کرنی شروع کر دیں اور تکفیر و تفسیق عامۂ امت مرحومہ کی اور سب وطعن و ہتک و توہین انبیا و اولیا کی اس قدر شائع کی کہ حد و

---

(۱) مترجم سے یہاں سہو ہوا ہے، مصنف کی عبارت یوں ہے:

شاہ صاحب درہماں قرب داعی اجل رالبیک گفتند (البوارق المحمدیہ: ص۱۹)

ترجمہ: شاہ صاحب نے اسی زمانے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

یہاں شاہ صاحب سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ذات گرامی مراد ہے، سید احمد صاحب کی نہیں۔ (مرتب)

نہایت سے باہر ہے۔

مدار وعظ کا اُنھیں سیاہ اوراق ہندی زبان پر قرار دے کر، مجلس وعظ کی گرم کر کے جو مسئلہ اُس کتاب میں آ گیا اُس کو کالوحی سمجھے، نقل اور سند کے محتاج نہ ہوئے اور پوربی کتے (۱) کہ علم حدیث وتفسیر وسیر میں چنداں مہارت نہ رکھتے تھے اور اس فن کی کتابیں بھی دستیاب اُن کے نہ تھیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کے خاندان کا کمال علوم دینیہ میں مشہور تھا، اس سبب سے ان کو اس خارستان میں کھینچا اور بعضے متردد ہوئے، تو فقط اس خیال سے کہ یہ عقل باور نہیں کرتی کہ سب اکابر خلف وسلف سے کافر ہو جائیں اور اسلام صرف اسی طریقۂ جدیدہ میں کہ صاحب اِس طریقے کا بھی قدیم طریقے پر تھا(منحصر ہوجائے) اور کتاب تقویت الایمان و کتاب صراط مستقیم..................(۲) کی تو اور زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اور عقل مند ہنسے۔ بیت

گہ بت شکنی وگاہ بمسجد زنی آتش
از مذہب تو گبر ومسلماں گلہ دارد

یا وہ شوریا یہ بے نمکینی، کجا وہ افراط کجا یہ تفریط- **نعوذ باللّٰہ من هذه الاباطیل و الاغالیط.**

علمائے دہلی کی جانب سے شاہ اسماعیل دہلوی کا رد

جب دلی میں دین جدید کی نوبت پہنچی تو ہزاروں آدمی مریدان وشاگرداں مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی شاہ رفیع الدین صاحب اور مولوی شاہ عبدالقادر صاحب کے مولوی اسماعیل کے دست وگریباں ہوئے کہ ما وشما اساتذہ کی حضور میں متفق ہوکر ایسے کام کیا کرتے تھے اور موجب ثواب جانتے تھے اور تم بھی فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگوں کو تعلیم کرتے تھے۔ اس سفر میں وہ سب باتیں شرک وکفر ہوگئیں، اِس کا باعث اور سبب بیان کرو۔

مولوی رشیدالدین خان صاحب نے کہ اُس زمانے میں سب سے اولیٰ وافضل تھے تخلیے میں

---

(۱) ☆ مترجم سے یہاں سہو ہوا ہے، مصنف کی عبارت یوں ہے:
سکان بلاد شرقیہ کہ در علم حدیث وتفسیر وسیر چنداں ممارست نہ داشتند (البوارق المحمدیہ: ص ۱۹)
ترجمہ: پورب کے باشندے (رہنے والے) جو علم حدیث، تفسیر اور علم سِیَر میں ذرا بھی مہارت نہیں رکھتے تھے۔
لفظ ''سُکان'' کو مترجم نے ''سگان'' سمجھ لیا۔ (مرتب)

(۲) یہاں عبارت نہیں پڑھی جا سکی۔ (مرتب)

بذریعے و بلا ذریعے اسماعیل کو سمجھایا کہ دین میں فساد ڈالنا اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا قبیح ہے اور واجب الترک اور مفروض الاجتناب، اگر دل میں کچھ خلش ہے تو آ ؤ ما وشما اور دیگر علما و صلحا متفق ہو کر کتب دین کی طرف رجوع کریں اور احقاق حق کر لیں اور شقاق و نفاق کو جماعت مومنین سے استیصال کریں اور لوائے اعانت و اشاعت کا راہ راست پر کہ اتباعِ سواد اعظم ہے بلند کریں اور خاص و عام کو حق سے آگاہ کریں، مولوی عبدالحئ و مولوی اسماعیل اس خوف سے کہ ہمارے عقائد فاسدہ طشت از بام نہ ہو جائیں رو براہ نہ لائے۔

آخر مولوی رشید الدین خان صاحب نے ۱۲۴۰ھ میں باتفاق مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ خلف الرشید مولوی شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علما بحضور عامۂ اعیان و احاد علی رؤوس الاشہاد مجمع خاص و عام جامع مسجد دلی میں کیا اور مسائل متنازعہ میں مباحثہ کر کے الزام دیا اور ایسا مغلوب و عاجز کیا کہ ان کی غلطی سب پر ظاہر و باہر ہوگئی اور نیز مفتی محمد صدرالدین صاحب مرحوم فہمایش کر کے مولوی اسماعیل کو راہ راست پر لائے اور اُن سے اقرار کرا لیا کہ ہم نے اب تحقیق کی اور افراط و تفریط کو چھوڑا، سواد اعظم کے تخالف سے منہ موڑا، اور یہ بات عام و خاص پر جامع مسجد میں شائع و ذائع ہوگئی۔ مگر یہ حضرت بعد اقرار و اقبال کے پھر گئے مگر فتویٰ مسائل نزاعیہ کا بمہر و دستخط مفتی صاحب مرحوم مزین ہو گیا۔ (۱)

علامہ فضل حق خیرآبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی

اور انھیں ایام میں مولوی فضل حق صاحب مرحوم نے اسماعیل پر تاخت کی یعنی شفاعت کے مقدمے میں جو کچھ مولوی اسماعیل سے سرزد ہوا اس پر گرفت کی، اسماعیل نے ابتداءً کچھ حرکت مذبوحی کی، انجام کار جواب سے عاجز ہوا۔ اور کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ (تصنیف مولوی فضل حق صاحب مرحوم کی) رافع جملہ اوہام مزین بمہر و دستخط علمائے اعلام اطراف و

---

(۱) یہاں ترجمے میں قدرے تسامح واقع ہوا ہے، ترجمہ یوں ہونا چاہیے:
''اور مفتی صدرالدین محمد خاں صاحب نے بھی اصلاح و فہمائش کی کوشش کی، مولوی اسماعیل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ تحقیق اور مطالعہ کتب کی طرف متوجہ ہوں، افراط و تفریط ترک کریں، سواد اعظم کی مخالفت سے باز آئیں اور اس بات کا اظہار و اعلان مسجد کے اندر مجمع خاص و عام میں کریں۔ لیکن (شاہ اسماعیل) اقرار کے باوجود اس سے پھر گئے، اور اختلافی مسائل میں ایک فتویٰ مفتی صاحب کے دستخط اور مہر سے مزین کیا گیا''۔ (بوارق محمدیہ، ص ۲۰)

اکناف میں شائع وذائع ہوگئی۔

اِس سبب شورش وطغیان اِس عصیاں کا کچھ کم ہوا اور واعظینِ دین جدید نے بھی ذرا لگام توسن کلام کی کھینچی اور مجلس وعظ میں بجائے شدت کے رفق ولین کو کام فرمایا اور قال وقیل میں باب تقیہ یا تاویل کا مفتوح کیا۔ گویا یہ فتنہ بیخ سے برکندہ ہوگیا۔

شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی تحریک جہاد

اب اس دین جدید نے رنگ اور پیدا کیا کہ مولوی اسماعیل نے وعظ غزا کا شروع کیا، چونکہ یہ بات پسند خاطر عوام اہل اسلام کی تھی تو ہر کسی نے جان ومال سے حاضر ہوکر خدمت کی، جب کچھ جمعیت پیدا کی تو افغانستان پر پہنچے۔

سید احمد صاحب کو امیر المومنین سے ملقب کیا۔ قوم افغانان کہ راہ خدا میں اپنی جان دینی عزیز تر از جان سمجھتے تھے، دل وجان سے ان کے مطیع ہوئے اور ان کے ادعائے کرامات کے باعث زیادہ تر اجتماع ہوگیا منجملہ کرامات اور پیشن گوئیوں کے یہ بیان کیا کہ:

فلانے سال فلاں ماہ فلاں تاریخ رنجیت سنگھ رئیس کفار دست خاص امیر المومنین سے مارا جائے گا۔

اور نماز عید کی فلانے سال مسجد لاہور میں پڑھیں گے۔

اور فلانے دن فلانا ملک تصرف میں آئے گا۔

فلانے سال اخراج نصاریٰ ہندوستان سے ہوگا۔

ایسے ہذیانات غیر متناہی کے سبب لوگ فریفتہ ہوگئے، آخر کار بمجرد تلاقی صفین اور شروع مقاتلہ اور چلنے توپ وتفنگ کے امیر المومنین سارے مجاہدین کے ساتھ مہتزم ہوئے اور عار فرار من زحف کی اختیار کی، اور سکھوں سے بھاگنا سب یاوہ گوئیوں کا مبطل ہوا۔

غرض سکھوں سے بھاگ کر اور پشاوریوں سے ہم داستاں ہوکر پشاور پر حکم جہاد کا جاری کیا اور مسلمانوں کا قتل وغارت کما ینبغی کیا، ہنوز فوج سکھوں کی پشاور میں پہنچی نہیں کہ فقط آمد آمد فوج سے بے اشتغال قتال پشاور کو چھوڑ دیا اور پنجتار کو چلے گئے۔

پنجتار کے آدمی دین دار تھے سب مطیع ہوگئے اور جان ومال سے حاضر ہوئے، پس جب ان میں تھوڑی سی طاقت ہوئی تو دست درازی شروع کر دی اور احکام دین جدید کے علی الاعلان جاری

کر دیے۔ ہر چند رؤوسا نے فہمائش کی مگر کارگر نہ ہوئی، ناچار اُنہوں نے مجبور ہو کر اتفاق کیا کہ ہم نے سکھوں پر جہاد کے واسطے اِن کو اپنا حاکم مقرر کیا، لیکن یہ لوگ تو ہم سے وہ معاملہ کیا چاہتے ہیں کہ جو کفار سے کیا جاتا ہے اور سکھوں کے سامنے سے فرار ہو آئے ہیں اور جان و مال مسلمانوں پر ایسی دلیری کرتے ہیں، اُن کو دفع کرنا چاہیے چنانچہ ان کے علما و رؤوسا کو کہلا بھیجا، لیکن اُنھوں نے نہ سنا۔ افغانوں نے ایک ہی دفعہ تمام متعین آدمیوں کو جا بجا قتل کر دیا اور فتح خاں رئیسِ پنجتار کہ وزیر امیر المومنین قرار پا چکا تھا معذرت کے طور پر کہنے لگا کہ میں اس دن کے واسطے کہا کرتا تھا کہ تجاوز حد اعتدال سے اور تعرض کرنا ناموس اور جان و مال کا اور اظہار کرنا احکام دین جدید کا مناسب نہیں ہے، اب کام ہاتھ سے جاتا رہا، سارا ملک بگڑ گیا، تدارک اس کا محال ہے، لیکن تم کو اس معرکہ سے بحفاظت تمام پہنچا سکتا ہوں، بعد فرو ہونے اس نائرۂ فساد کے جو کچھ ہونا ہے ہوگا۔

چنانچہ امیر المومنین اور مولوی اسماعیل وغیرہ کو پنجتار سے باحتیاط تمام نکال کر اپنے ملک میں لایا اور استمالت قلوب افغانوں میں مشغول ہوا۔ عین فرار میں ایک گروہ نے امیر المومنین پر دھاوا کیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ افغان تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ سکھ تھے واللہ اعلم، اور سب کو راہِ فنا دکھلائی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ ملک پنجتار سے بھاگ آئے تھے اور وہ صدمہ یقیناً مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے اُٹھایا کیوں کہ اِن حدود میں سکھوں کا وجود نہیں تھا۔

اب اتباع سید احمد کے مذاہب متعدد ہو گئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ یہ آ کر اپنے وعدوں کو پورا کریں گے اور بعض معتقد ہیں کہ فلانے پہاڑ پر زندہ ہیں، مگر خلقت سے پوشیدہ ہیں اور جس سے اُن کا جی چاہتا ہے اُس پر ظہور کرتے ہیں اور اُس کو بشارتیں بھیجتے ہیں اور اکثر اُن کے آنے کا یقین رکھتے ہیں اور بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ انکار ظہور اور اثبات مرگ سید احمد کا کفر ہے، جو اس بات کا قائل ہو وہ کافر ہوتا ہے۔

الغرض سید احمد اور اسماعیل کے مرنے سے یہ ہنگامہ فرو ہوا اور ارکانِ دین جدید میں کمال ضعف آ گیا۔ کتاب تقویت الایمان گویا مستور و پوشیدہ ہو گئی۔ امہات قواعد و اصول اُس کے مسائل کے کتاب مائۃ المسائل اور اربعین میں جلوہ گر ہوئے۔ کل حال وہابیوں کا ہندوستان میں یہ تھا جو لکھا گیا۔

فرقۂ ظاہریہ اور داؤد ظاہری

اب معلوم کرنا چاہیے کہ نجدیان عرب کہ عناد صرف انبیا اور اولیا کرام کے ساتھ رکھتے، فقہ اور فقہا کے ساتھ چنداں خصومت اُن کی طبیعت میں نہ تھی کیوں کہ اپنے کو حنبلی مذہب کہتے تھے اور تقلید امام معین سے قدم باہر نہ رکھتے تھے اور ہندوستان کے وہابی فرقۂ ظاہریہ سے ترکیب پا کر طرفہ معجون مرکب ہوا۔

اب فرقۂ ظاہریہ کا کچھ حال لکھنا چاہیے، اصل یہ ہے کہ داؤد بن علی اصفہانی محدث جلیل الشان مبتلا وسوسۂ شیطان کا ہوا اور قائل خلق قرآن کا ہو کر رسالہ رد قیاس میں لکھا، ہر چند علمائے وقت نے اُس کو فہمائش کی کہ ''تو قیاس کو رد کرتا ہے اور اِس قیاس کے رد کرنے میں صدہا قیاس کرتا ہے، یہ کیا بلا ہے؟'' لیکن اُن کی فہمائش کچھ مفید نہ ہوئی۔ آخر نوبت سرزنش کی پہنچی اور حکم اُس کے اخراج کا صادر ہوا، جہاں جاتا وہی حکم رفیق وقت ہوتا۔ نیشا پور سے محمد بن یحییٰ ذُہلی اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ استاذ اس کے رد و اخراج کا باعث ہوئے۔ وہاں سے بغداد میں آیا اور امام احمد حنبل کی مجلس (میں) حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ امام احمد حنبل صاحب نے اُس کے سوئے عقیدہ کا حال معلوم کر کے اپنی مجلس میں آنے کا اذن نہ دیا۔ امام احمد حنبل صاحب کے بیٹے نے عرض کیا کہ داؤد اپنے عقیدے سے انکار کرتا ہے، امام صاحب نے فرمایا کہ محمد بن یحییٰ ذہلی بڑا سچا ہے۔ اُس نے اس خبیث کا حال میری طرف لکھا ہے کہ پاس نہ آنے دینا۔ سید محمد بن عمر بروعی نے کہا ہے کہ میں ابوزرع کے پاس تھا، انھوں نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن خراس کہتے ہیں کہ داؤد کافر ہے۔ وراق ابو حاتم سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے داود کو ضال و مضل فرمایا ہے۔

بالجملہ وفور کاملین مکملین اور قرب عہد حضرت سید المرسلین ﷺ کے سبب یہ سلسلہ اُس کے فساد کا دراز نہ ہوا اور بسعی علمائے اعلام پایۂ اعتبار سے گر پڑا۔ ۲۷۰ ہجری میں مر گیا۔

ابن حزم ظاہری کا احوال

بعد مدت کے ابن حزم ظاہری اُندلس میں کہ ابھی کچھ بقیہ حکومت مروانیہ کا تھا اُس نے اعتقاد حقیت امامیہ کا ظاہر کیا۔ اعیان دولت کو اِس دام میں شکار کر کے اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کیا اور کوئی دقیقہ توہین اور تکفیر ائمہ دین کی بابت نہ چھوڑا اور چند کتابیں تصنیف کیں۔ جب خبث باطنی اُس کا

ظاہر ہوا تو علمائے عصر نے باتفاق امام ابوالولید باجی کہ عراق سے بلایا گیا تھا، ابن حزم کو زیر حساب کیا اور کتابیں اُس کی مجمع عام میں پیش کر کے چنانچہ باید وشاید ابن حزم کو ملزم کیا اور اُسی مجلس میں کتابیں اُس کی چاک کر کے آگ میں جلادی گئیں، ہر چند تذلیل و تضلیل ابن حزم کی خلقت پر کما ینبغی ظاہر ہوگئی لیکن وہ عقیدۂ فاسدہ سے باز نہ آیا، ۴۵٦ھ میں مرگیا۔ اُس کی کتابوں سے وفور علمیت اُس کی ظاہر ہے، لیکن بسبب جرأت کے کثیر الاغلاط اور بڑا بے احتیاط تھا۔ حافظ الحدیث قطب الدین حلبی نے اغلاط اُس کی کتاب محلّی کا تتبع کیا ہے اور عبدالحق بن عبداللہ انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''رد علی المحلی'' رکھا ہے اور اکابر نے بھی اغلاط اور اوہام ابن حزم کے تحریر کیے ہیں، بخوف طوالت اس جگہ فروگذاشت کیے جاتے ہیں۔

ابن حزم اور سیف الحجاج کی بے ادبیاں ائمۂ کبار کی نسبت محتاج بیان کی نہیں۔ (۱)

اباحت مزامیر میں بڑا فطور رکھتا تھا، اِس مقدمے میں اُس نے ایک رسالہ تصنیف کیا۔ مزامیر کے حرام جاننے والوں پر بڑا انکار کیا، بلکہ اباحت سے ترقی کر کے بدرجۂ استحباب پہنچایا۔

بعدۂ ابن قیم وغیرہ اُس کی تلامذہ تائید میں اُٹھے۔ کتابیں عجیب تصنیف کیں لیکن وہ مفسدہ جلدی رفع ہوگیا۔ (۲)

شیخ ابن تیمیہ کا احوال

بعد از مدت ابن تیمیہ شقی نے اپنے عہد میں دین جدید اختراع کر کے ہنگامہ برپا کیا۔ ۷۰۵ ہجری میں ابن تیمیہ کا فتنہ قائم ہوا، اُس نے دعویٰ کیا کہ سفر زیارت رسول خدا ﷺ کے واسطے حرام ہے اور اس سفر میں قصر صلوٰۃ جائز نہیں کہ سفر معصیت کا ہے۔ اس قسم کی اِس شقی نے بہت زبان درازی کی

---

(۱) یہاں ترجمے میں قدرے تسامح واقع ہوا ہے، مصنف کی عبارت یوں ہے: وحال فحش و بدزبانی و بے ادبی و گستاخی با ائمہ کبار محتاج بیان نیست، لسان ابن حزم و سیف الحجاج شقیقان زبان زد کافہ انام است (البوارق ص ۲۴)
ترجمہ: ائمہ کبار کے ساتھ (ابن حزم کی) فحش گوئی، بدزبانی، بے ادبی اور گستاخی کا حال محتاج بیان نہیں ہے، یہ بات زبان زد عام ہے کہ ''ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں'' (مرتب)

(۲) البوارق المحمدیہ طبع اول ۱۲٦٦ھ میں اس مقام پر کاتب سے سہو ہوا ہے، علامہ ابن قیم کا ذکر شیخ ابن تیمیہ کے بعد ہونا چاہیے تھا لیکن غلطی سے ان کا ذکر ابن حزم کے تلمیذ کی حیثیت سے ہوگیا ہے، البوارق المحمدیہ طبع دوم میں کتابت کی غلطی درست کر لی گئی ہے (البوارق المحمدیہ: ص ۲۴) اس معاملے کی تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ص ۲۴/۲۵ (مرتب)

جس سے طبیعت متنفر ہوتی ہے اور بشامت اس کلام کے ایک اور بلا میں مبتلا ہوا کہ خدا تعالیٰ کے واسطے جسم اور مکان ثابت کیا اور اس مقدمے میں ایک رسالہ لکھا جس میں اہل سنت کے مذہب کی تردید کی اور منکران مکان کو گمراہی سے منسوب کیا۔ تحقیر اور توہین خلفائے راشدین کی اور مخالفت ائمہ مجتہدین کی شعار و دثار اپنا کیا۔

ایک کتاب صراط مستقیم نام تصنیف کر کے گرم بازاری شروع کی اور چند اشرار بد اطوار جاہل و فاسق اُس کے حلقہ بگوش ہو کر بلاد اسلامیہ میں ہنگامہ برپا کرنے لگے، علمائے ربانی اس کی تردید اور ابطال اور ازالۂ اوہام اُس بطال کی طرف متوجہ ہوئے علامہ تقی الدین سبکی اُس کی تردید (۱) میں متوجہ ہوئے۔ چنانچہ طبقات سبکی میں سب ماجرا موجود ہے اور شیخ کمال الدین زملکانی اور شیخ داؤد ابو سلیمان وغیرہ نے خوب تردید کی۔

۷۰۵ھ میں گرفتار ہوا اور مصر میں حاضر کیا گیا اور مدرسہ کاملیہ میں ایک جلسہ قرار پایا قاضی اور مفتی اور علمائے عصر جمع ہوئے۔ قاضی القضاۃ زین مالکی نے اُس کو بلا کر جواب طلب کیا جب ابن تیمیہ نے جواب شافی نہ دیا اور کلمات مضطربانہ شکایت قضاۃ کے خارج از مبحث زبان پر لایا تو قاضی القضاۃ نے اُس کو قید فرمایا اور فرمان سلطانی اطراف و جوانب میں اِس مضمون کا جاری ہوا کہ ابن تیمیہ شقی نے زبان درازی کی اور اکثر مسائل دینیہ میں خلاف اجماع کے بولا اور اس نے فتنۂ عظیم برپا کیا۔ لہٰذا ہم نے حکم کیا کہ سب قضاۃ اسلام اور مفتیان اعلام اور ائمۂ دین اور فقہائے اسلام جمع ہوئے، ثابت ہوا کہ یہ مخالف اجماع کے کلام کرتا ہے اور اعتقاد اُس کا خلاف شرع ہے، جو شخص ابن تیمیہ کی تابعداری کرے گا سزا کو پہنچے گا اور یہ فرمان منبروں پر پڑھا گیا اور ابن تیمیہ قید کیا گیا۔

بعد دو سال یعنی ۷۰۷ھ میں قید سے خلاصی پائی اور اپنے اعتقاد خلاف شرع سے رجوع کیا اور سب علما کے سامنے اپنی غلطی کا مقر ہوا۔ چند روز اُسی حال پر رہا پھر اعیان اور ارکان مصر نے نائب سلطنت کے پاس فریاد کی کہ ابن تیمیہ اولیائے کرام کے حق میں گفتگو خاطر آزاری کی کرتا ہے، خصوصاً حضرت رسالت مآب نبی الرحمۃ شفیع الامۃ ﷺ کے توسل میں سخنان خلاف متفق علیہ لکھتا ہے، پھر مجلس منعقد ہوئی اور ابن تیمیہ دوبارہ قید کیا گیا۔

---

(۱) کتاب شفاء السقام زیارت خیر الانام میں ان کی تصنیف موجود ہے (مترجم)

بوقت عود دولت ناصریہ پھر توبہ کر کے رہائی پا کر شام میں پہنچا اور وہاں بھی چند واردات پیش آئیں۔ آخر الامر دمشق کے قید خانہ میں قید ہوا اور منادی کی گئی کہ جو شخص ابن تیمیہ کے عقیدے پر ہو اُس کا مال اور خون مباح اور حلال ہے، تب فتنہ فرو ہوا۔

منجملہ اُس کے کلماتِ خبیثہ کے یہ ہے کہ:

> حضرت ابوبکر و عمر والیٔ امر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت اطاعتِ خدا ہے اور نافرمانی اولی الامر کی نافرمانی خدا ہے، جو ولی الامر کو ناراض کرے اور اُس کی عدول حکمی کرے اس نے خدا کو ناراض کیا اور خدا کی عدول حکمی کی اور علی و فاطمہ نے خدا کا حکم رد کیا اور عدول حکمی کی اور خدا کی رضا کو برا جانا، کیوں کہ خدا کی رضامندی اُس کی اطاعت اور اُس کے ولی الامر کی اطاعت میں ہے۔ جو اطاعت ولی الامر سے کراہت کرے اُس نے رضامندی خدا سے کراہت کی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی اور ولی الامر کی نافرمانی سے غضب میں آتا ہے اور جو اُس نافرمان کی تابعداری کرے اُس نے مغضوب علیہ خدا کی تابعداری کی اور رضامندی خدا کو برا جانا

اُس کا کلمہ خبیثہ ہو چکا، اتنا ہی اُس کی خباثت اور اُس کے مداحوں اور ماننے والوں اور موافقین کے خبث کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

فرقۂ ظاہریہ کے بعض عقیدے

واضح ہو کہ اکثر ظاہریہ فرقہ خوارج شام کا پرتو ہیں کہ خلیفہ ثالث کو برا نہیں جانتے بلکہ اکابر خوارج خون اس خلیفۂ مظلوم کو ذریعہ ریاست اپنی کا بناتے ہیں اور خلافت راشدہ کو اُسی وقت تک مقتضی سمجھتے ہیں اور ایام خلافت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ایام فتنہ اور ملک عضوض اور وقت ہلاک امت اور زمان شرود کا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوم تحکیم سے استقامت خلافت کی ہوئی اور اکثر یہ نواصبہ و خوارج فرقۂ ظاہرہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نسبت وہی دلائل لاتے ہیں جن سے خوارج عراق کی تکفیر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرتے ہیں، اور یہ دلائل اپنی کتابوں میں

محل تعریض برخلافت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور اثبات خلفائے ثلاثہ نقل کرتے ہیں، لیکن تصریح بلفظ کفر نہیں کرتے اور گاہ بے گاہ بعضے کلمات مدح بھی سوائے باب خلافت کی ذکر کرتے ہیں اور بہت جگہ موافق اپنے مذاق کے سند لاتے ہیں۔ استقامت کسی طریقے پر نہیں رکھتے، گاہے چنان و گاہے چنیں، بلکہ ایک ہی کتاب میں مقامات متعددہ میں دعاوی متعارض و متناقض لاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعض افکار

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کہ ان کتابوں پر مطلع ہوئے تو اُن کی کتابوں میں کلمات فرقہ ظاہریوں نے بہت دخل پایا۔ اگرچہ دوسری جگہ اُن کے خلاف بھی پایا جاتا ہے۔

(مترجم کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کلمات متناقضہ کتاب انتباہ اور حجۃ بالغہ اور ازالۃ الخفا میں تحریر کیے ہیں محض برائے رفع ملال سامعین کہ چنداں استعداد فہم و ادراک اُن مسائل متناقضہ کی نہیں رکھتے اِس جگہ ترجمہ اُن کا متروک ہوا، خلاصہ ان کا یہ ہے کہ بطرز فرقہ ظاہریہ و خوارج شام مثالب و معائب زمان خلافت حضرت مرتضٰی کے صراحۃً و کنایۃً اُن سے مفہوم ہیں اور خلافت راشدہ قتل حضرت عثمان تک جانتے ہیں اور عہد خلافت حضرت مرتضٰی کو زمان فتن قرار دیتے ہیں، چونکہ یہ امر خلاف اہل سنت و جماعت کے تھا اور اُس وقت بقیہ سلطنت تیموریہ کا کہ اہل سنت و جماعت تھی اور دلی میں کچھ اثر حکومت کا رکھتے تھے اور علماؤ صلحاسنی بھی موجود تھے، اسی واسطے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب نے اُن کتابوں کو شائع نہ ہونے دیا اور برخلاف اُن کے اپنی کتابیں تحفہ اثنا عشریہ و تفسیر وغیرہ تصنیف کرکے رائج کیں۔ یہ مضمون صفحہ ۳۴ سے ۴۲ تک بوارق محمدیہ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع دارالسلام دہلی پر ہے)

شاہ اسماعیل دہلوی اور انکار تقلید

بعدہٗ مولوی اسماعیل نے زمانہ کو جب حکومت اسلام سے فارغ اور علمائے اعلام سے خالی پایا تو حدت طبعی سے آوازہ بلند کیا اور اس اخگر زیر خاکستر کو کما ینبغی مشتعل کیا اور تخم پوشیدۂ تہہ خاک کو پانی دے کر سرسبز کیا۔ ائمہ کرام ہر چہار امام کو ہدف سہام ِملام بنایا۔

چنانچہ ایک رسالہ مسمّی بہ تنویر العینین لکھا جس میں یہ مضمون ہے کہ:

التزام تقلید شخصی باوجود رجوع کر سکنے بطرف روایات منقولہ از نبی ﷺ کہ
صریح مخالف قول امام مقلد کے ہوں کس طرح جائز ہے اور اگر اپنے امام
کے قول کو نہ چھوڑے تو اس میں شائبہ شرک کا ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی کے بعد وہابیوں کے مختلف فرقے

اور بعد وفات مولوی اسماعیل کے اسماعیلیوں میں اختلاف و نفاق پڑا حتیٰ کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔ بڑا فرقہ جامع فرقہ ظاہریہ و وہابیہ کا ہے۔

دوسرا فرقہ ظاہریت وہابیت پر غالب پورب کا ملک کلکتہ سے بنارس تک، گویا ولایت اسی فرقہ کی ہے۔

تیسرا فرقہ وہابی ظاہریوں سے بیزار ان دنوں شاہجہان آباد میں یہی فرقہ غالب ہے، مگر ان میں بھی اختلاف ہے بعضے مولوی اسماعیل کے انکار تقلید سے منکر ہیں اور بعضے قائل برجوع از انکار، چنانچہ رسالہ تنبیہ الضالین و ہدایت المسلمین مطبوع مطبع سید الاخبار دہلی، تالیف کسی ایک شخص اسی طائفہ کا ہے کہ سید احمد کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرتا ہے اور منکران تقلید پر بڑی نفریں کرتا ہے اور مناقب حضرت امام (ابو) حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور محامد تقلید امام صاحب کے بکمال تفصیل لکھ کر مہریں اور دستخط علمائے عرب اور ہند کے ثبت کرائیں ہیں۔

(مضمون اس کتاب کا بھی متناقض ہے برائے رفعِ ملالِ سامعین ترجمہ صفحہ ۴۴ و ۴۵ متروک ہوا، مترجم)

فرقۂ چہارم اعتقاد ظاہریہ و وہابیہ سے برکنار ہے اور عقیدہ موافق اہل سنت و جماعت کے ظاہر کرتے ہیں اِس فریق کی روایت یہ ہے کہ باوجود اقرار موافقت با اہل سنت کے حقیت ملت اسماعیلیہ کے بھی قائل ہیں اور اس تخالف کو اختلاف امت پر حمل کرتے ہیں جس اختلاف کو حضرت رسول خدا ﷺ نے برحمت تعبیر فرمایا اور یہ ان کی بڑی غلطی ہے کیوں کہ اختلاف امت رحمت وہ اختلاف ہے کہ مابین ائمۂ مجتہدین اور علمائے صالحین کے واقع ہوا، اس طرح کہ ہر ایک اپنے راویان اور مرویات کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرے کی توہین گوارا نہیں رکھتا اور حق بجانب خود اور قطعیت بطلان جانب دیگر کے نہیں کرتا اور ہر ایک بظن غالب جانب خود و احتمال جانب دیگر عمل کرتا ہے اور حفظ

مراتب تعظیم وتکریم مابین سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا اورحق دائر درمیان مذاہب اربعہ کے جانتے ہیں اور یہ باتیں ان کے عملیات واحکام میں ہیں نہ عملیات اورعقائد میں کیوں کہ حق عقائد میں متعین ہے اوراختلاف اسماعیلیہ کا اہل سنت سے اس قبیل سے نہیں بلکہ عقائد میں ہے، مستحبات اہل سنت و جماعت کوملت اسماعیلیہ میں کفر وبدعت قرار دیا گیا ہےاور یہ تخالف شیعہ وسنی کی تخالف سے بڑھ کر ہے۔ اس واسطے کہ خواص وعلمائے معتبر فریقین سنی اورامامیہ ایسی جرأت ایک دوسرے پر نہیں کرتے ہیں۔ حاشا کہ ہزارخرافات اسماعیلیہ سے کسی امامیہ کی زبان پر ایک بھی گزرا ہو۔

پس جوشخص کہ باوجود حقیت اہل سنت حقیت مذہب امامیہ کا قائل ہواوراس اختلاف کورحمت سمجھے اہل سنت کے نزدیک سنی نہیں اور ایسا ہی شیعوں میں سے اگرکوئی اس اختلاف شیعہ وسنی کو رحمت سمجھے وہ امامیہ نہیں بلکہ تخالف عقائد میں ہے کہ جمع نہیں ہوسکتا اور اسماعیلیہ اہل سنت و جماعت کومثل یہود ونصاریٰ اورمشرکین کے کافر جانتے ہیں، پس یہ فریق چہارم ایسا ہے جیسا کوئی باوجود موافقت کرنے کے بااہل اسلام اقرار حقیت دین یہود ونصاریٰ اورمشرکین کا بھی کرے حاشاوکلا، کہ یہ شخص مسلمان ہو ہرچند یہ فریق چہارم مذبذبین بین ذلک ہیں، نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے، نہ سنی نہ اسماعیلی، مگراس لحاظ سے کہ منفعت وموافقت اہل سنت سے قطعاً محروم ہیں اور مضرت عقیدہ واضح حقیت اسماعیلیہ کے ان کو لازم وملزوم ہے، کیوں کہ گلاب مخلوط باشراب حکم شراب کا رکھتا ہے، یہ فرقہ بھی داخل شمار فرق اسماعیلیہ کے ہے۔

پہلا باب عقائد نجدیہ کے بیان میں

پہلا باب فرقہ نجدیہ کے عقائد میں

عقیدۂ اول: اعمال وافعال کوحقیقتِ ایمان میں مثل تصدیق کے داخل کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ خوارج اورمعتزلہ کا تھا انہوں نے اُن سے ترقی کی، حتیٰ کہ بعضے افعال جوکافۂ اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلکہ جملہ امت اجابت کے نزدیک بہ اتفاق یا بہ اختلافِ باہمی حرام یا مکروہِ تحریمی، یا تنزیہی، یا مستحب، یا مباح، یا سنتِ ہدیٰ، یا سنتِ زائدہ تھی سب کوکفر کہتے ہیں۔

یہ مسئلہ ایک بڑا اصل اصول ان کے مذہب کا ہے، تمام مسائل تقویت الایمان کے اسی پر مبنی ہیں۔ جب یہ اصل اصول ان کا اہل سنت کے نزدیک مردود ہے تو ساری تقویت الایمان مذہب

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مطرود ہے۔

اولاً جو مباحث مابین اہل سنت و معتزلہ و خوارج کے وقوع میں آئے ہیں کتبِ عقائد سے نقل کرتا ہوں، بعدازاں عبارت تقویت الایمان کی لکھ کر تفصیل وار اُس کے اغلاط پر تنبیہ کی جائے گی۔

اہل سنت کے نزدیک ایمان کی تعریف

جمہور اہل سنت کے نزدیک رکن ایمان کا تصدیق قلبی ہے، اقرار زبانی محض اجرائے احکام دنیاوی کے لیے شرط ہے اور بعض کے نزدیک تصدیق قلبی اور اقرارِ زبانی (کے) مجموعے کا نام ایمان ہے، مگر اقرار محتمل السقوط ہے جیسا کہ ابکم اور مُکرَہ میں ظاہر ہے۔

شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ:

> مجموعۂ تصدیق و اقرار کو ایمان کہنا مذہب بعض علما کا ہے یہی مختار شمس الائمہ اور فخر الاسلام کے نزدیک ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور محض برائے اجرائے احکام دنیاوی کی شرط ہے، کیوں کہ تصدیق قلبی باطنی بات ہے، اُس کی کوئی علامت چاہیے، سو جو شخص کہ تصدیق قلبی رکھتا ہو اور اقرار باللسان نہ کرے، وہ عنداللہ مومن ہے، اگر چہ احکامِ دنیا میں مومن نہ ہو، اور جو زبانی مقر ہے اور تصدیق قلبی نہیں رکھتا جیسا کہ منافق تو وہ دنیا کے احکام میں مومن ہے، اور عنداللہ کافر، یہ مختار شیخ ابو منصور کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عمل اہل سنت کے نزدیک رکنِ ایمانی نہیں کہ اس کی مفقودی سے ایمان معدوم ہو جائے اور جس جگہ اطلاق ایمان کا اعمال پر آیا ہے وہ از قبیل مجاز ہے اور حسب متعارف عرف جیسا کہ عرف میں بالوں اور ناخنوں کو جزوِ بدن کہتے ہیں اور باوجود اس کے ناخن اور بالوں کے معدوم ہونے سے بدن معدوم نہیں ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس پتے، درختوں کے عرفاً اجزائے درخت ہیں اُن کے جانے سے درخت نہیں جاتا۔

شیخ عبدالحق شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ:

> یہ جو محدثین کے نزدیک مشہور ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب و اقرار

> باللسان وعمل بالارکان کا نام ہے تو مراد اس سے ایمانِ کامل ہے اور عمل شرط ایمان کامل کی ہے، نہ اصل ایمان کی، جیسا کہ مذہب اہل حق کا ہے اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ مذہب محدثین کا مخالف جمہور اہل سنت کے اور موافق معتزلہ کے ہے حاشا وکلا یہ خیال غلط ہے انتہی ۔

اہل سنت کے نزدیک مرتکب کبیرہ کا حکم

مرتکب کبیرہ کا عند اہل سنت مومن ہے اور خوارج اُس کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ اُس کو فاسق قرار دیتے ہیں، نہ مومن نہ کافر جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں مفصل لکھا ہے۔

(چونکہ مطلبِ شرح عقائد انھیں دو فقروں میں ادا ہو گیا ہے تو نقل عبارت و ترجمہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ مترجم)

مرتکب کبیرہ کے عدم ایمان پر معتزلہ کی پہلی دلیل

معتزلہ ابطال مذہب اہل سنت کے لیے یہ دلائل لاتے ہیں۔

منجملہ اُن کے آیت کریمہ ہے:

> **وَمَا یُؤْمِنُ اکثرھم بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْن** یعنی اکثر لوگ خدا کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر ابھی وہی مشرک ہیں

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ ان میں ایمان شرک سے مخلوط ہے، حالانکہ تصدیق جملہ **ماجا به النبی** ﷺ شرک کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، کیوں کہ توحید منجملہ **ماجا به النبی** ﷺ ہے، پس ایمان عبارت تصدیق سے نہیں۔

معتزلہ کی پہلی دلیل کا جواب

اس دلیل معتزلہ کو صاحبِ مواقف نے نقل کر کے جواب دیا، جس کا حاصل شارح مواقف یوں لکھتا ہے کہ:

> ایمان لغت میں مطلق تصدیق کا نام ہے اور شرع میں تصدیق باامر خاص ہے کہ مجموعہ **ماعُلِمَ کونه من الدین ضرورۃ** ہے یعنی جس کا دین سے ہونا ضروریات سے جانا گیا اور اس آیت میں جو ایمان مذکور ہے وہ محمول

معنی لغوی پر ہے۔ پس استدلال معتزلہ کا نہ رہا، کیوں کہ کلام ایمانِ شرعی میں تھا سو وہ بیان مراد نہیں۔

معتزلہ کی دوسری دلیل

دوسری دلیل معتزلہ کی یہ ہے کہ:

ومن لم یحکم بما اَنْزَلَ اللّٰہ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْن

یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کے احکام اُتارے ہوئے کے ساتھ حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

معتزلہ کی دوسری دلیل کا جواب

صاحب مواقف نے اس کا جواب دیا کہ

من لم یحکم بما سے مراد وہ ہے جو خدا نے اتارا ہے، وہ اس سے کسی چیز کے ساتھ حکم نہ کریں۔ یا مراد **ما انزل اللّٰہ** سے توریت ہے، بقرینۂ ما قبل، پس یہ آیت مختص بالیہود ہے۔

معتزلہ کی تیسری دلیل

تیسری دلیل معتزلہ کی یہ حدیث ہے:

من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفرو من مات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیاً وان شاء نصرانیاً یعنی جو شخص دانستہ نماز کو ترک کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو شخص مر گیا اور اُس نے حج نہ کیا تو وہ مرے چاہے یہودی ہو کر چاہے نصرانی۔

معتزلہ کی تیسری دلیل کا جواب

اِس کا جواب یہ دیا کہ:

احادیث احاد کو اجماع کے ساتھ جو بعد حدوث مخالفین کے منعقد ہو گیا ہو تعارض نہیں، یہ حدیث خلاف اجماع کے ہے

الغرض اٹھارہ دلیلیں معتزلہ کی کہ آیت و حدیث سے لائے ہیں اور اکثر یہ دلائل نجدیوں کی

زبان پر جاری ہیں نقل کر کے اُس نے سب کا جواب جدا جدا دیا ہے۔

اور یہ بات کہ مرتکب کبیرہ کو منافق کہتے ہیں دلیل اُن کی یہ ہے:

آیة المنافق ثلث اذا وعد اخلف واذا حدّث کذب واذا ائتمن خان یعنی نشان منافق کے تین ہیں جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب بات کہے تو جھوٹ کہے اور جب امین کیا جائے تو خیانت کرے۔

اِس کا جواب دیا کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے (یعنی اس حدیث کے معنی ظاہری علما نے مراد نہیں رکھے)

واضح ہو کہ ایمانِ حقیقی وہ ہے کہ جس پر احکام اخروی مرتب ہوں اور وہی محل نزاع ہے، نہ ایمان ظاہری کہ منافق کو بھی ہے، جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہے۔

رکن، علت، سبب، شرط، اور علامت کے درمیان فرق

اور اس مقام میں ایک ضروری بات یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ رکن و علت و سبب و شرط و علامت میں کیا کیا فرق ہے؟ اس کے بے اطلاعی کے سبب یہ لوگ طرح طرح کی قباحتوں میں پڑ گئے ہیں۔ کتاب توضیح میں ہے کہ جو ایک شے متعلق بشئ آخر ہو پس وہ اگر دوسرے شے میں داخل ہے تو رکن ہے اور اگر خارج ہے تو پس اگر موثر ہو تو علت ہے اور اگر موصل الی الشی فی الجملہ ہو تو سبب ہے، ورنہ اگر دوسری شے کا وجود اس پر موقوف ہے تو وہ شرط ہے اور اگر موقوف نہیں تو کم سے کم اُس کے وجود پر دلالت تو کرے گی، اس کا نام علامت ہے۔

سو اسی واسطے بعضوں نے ہمارے لوگوں پر اعتراض کیا جب انھوں نے اقرار لسانی کو ایمان میں رکن زائد قرار دیا اور تصدیق کو رکن اصلی، تو معترض نے کہا کہ اقرار اگر رکن ہو تو اس کے انتفا سے انتفائے مرکب لازم آئے گا۔

صاحب توضیح جواب دیتے ہیں کہ رکن زائد ایسی شے ہے جس کو شرع نے وجود مرکب میں اعتبار کیا، لیکن اگر بضرورت معدوم ہو جائے تو اُس کے عدم کو عفو کر دیا اور مرکب کو حکماً موجود کا قرار دیا اور یہی سِرّ ہے ان کے قول کا کہ للاکثر حکم الکل کہتے ہیں۔ نظیر اِس کی اعضائے انسان ہیں کہ سر ایک ایسا رکن انسان ہے کہ جس کے انتفا سے انتفائے انسان لازم نہیں آتا ہے

لیکن ناقص ہو جاتا ہے(۱) اور کفر خلاف ایمان ہے۔

مواقف میں لکھا ہے کہ ہر طائفے کے نزدیک کفر مقابل ایمان کے ہے جو تعریف ایمان کرے کفر اُس کے مخالف کا نام ہے۔ خوارج کہتے ہیں کہ ہر معصیت کفر ہے سو یہ ہم باطل کر چکے ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ معاصی تین قسم ہیں:

(۱) ایک وہ کہ دلالت کرے اس بات پر کہ یہ عاصی خدا اور خدا کی توحید اور خدا تعالیٰ نے جو کہا جائز یا ناجائز ہے وہ سب سے جاہل ہے، جیسا کہ قرآن شریف کو نجاست میں ڈال دینا اور تلفظ بکلمات دالة علی الجهات کا کرنا، سو اس قسم کا گناہ کفر ہے۔

(۲) دوسرا وہ کہ مرتکب کو بین الکفر و الایمان کی طرف نکال دیتا ہے، اس کا نام کبیرہ ہے۔

(۳) تیسرا وہ کہ ایمان سے نہیں نکالتا جیسا کہ کشف عورت کا کرنا، اِس کا نام صغیر ہے۔

حاصل کلام مطابق عقیدہ اہل سنت کے حکم ایمان و کفر کا بلا تصدیق و اقرار درست نہیں۔ جہاں لفظ کفر و شرک کا احادیث اور آیات و روایات میں وارد ہوا ہے اور خوارج و معتزلہ نے اُن سے استدلال کیا ہے، اہل سنت و جماعت نے ان کو محمول بر معنی لغوی یا مجازی کیا ہے، یا تاویل اس طرح پر کی ہے کہ یہ متروک الظاہر ہیں کہ ان کے ظاہر معنی مراد نہیں، یا اس کے معارض قوی کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

وہابیہ کو پانچ تنبیہات

واضح ہو کہ اس طائفۂ جدیدہ کو ایک طریق پر قرار نہیں، مضطرب الاقوال ہیں، کبھی تو کتب فقہ سے بیزار ہوتے ہیں اور اُن پر تبرا بولتے ہیں اور کبھی برائے مصلحت خود اُن سے سند لاتے ہیں۔ باب کفر میں کتب فتاویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُن کو اپنا عمدہ دلائل سمجھتے ہیں۔

ایک یہ تنبیہ اس غلطی پر ضروری ہے۔

---

(۱) یہاں ترجمے میں سہو ہوا ہے، اصل عبارت یہ ہے: نظیر اعضاء الانسان فالرأس رکن ینتفی الانسان بانتفائه والید رکن لا ینتفی الانسان بانتفائه ولکن ینقص (البوارق: ص ۳۸)

ترجمہ: اس کی نظیر اعضائے انسانی ہیں، سر ایک ایسا رکن ہے کہ اس کے انتفا سے انسان کا انتفا ہوگا (یعنی سر نہ ہونے سے انسان بھی نہیں ہوگا) اور ہاتھ ایک ایسا رکن ہے کہ جس کے انتفا سے انسان منتفی نہیں ہوگا (یعنی ہاتھ کے نہ ہونے سے انسان کا نہ ہونا لازم نہیں آئے گا، لیکن انسان) ناقص ہوگا۔ (مرتب)

(۱) اول ہر مسئلے کو اپنے محل پر دیکھنا چاہیے۔ ہم کتب اصول مذہب اہل سنت سے با دلائل نقل کریں گے اُس کے مقابل فروع کا لانا کچھ مفید نہ ہوگا۔

(۲) دوسرا فن فروع میں طرق معینہ اُس فن پر نظر کرنی چاہیے، نہ محض ہوائے نفسانی سے اور یہ ایک قاعدۂ مقررہ ہے کہ متون شروح پر مقدم ہیں اور شروح فتاویٰ پر، فتاویٰ مخالف متون کے قابل اعتبار نہیں جیسا کہ کتاب مأۃ المسائل میں صاحبِ کتاب کا اس بات پر اقرار ہے۔

(۳) تیسرا اُنھیں اصحاب فتاویٰ نے اُسی باب و کتاب میں جا بجا دیگر تصریح کر دی ہے کہ حکم تکفیر صحیح نہیں۔ ہم کیا کریں تمام مطلب کو سمجھنا عادت اِس فرقے کی نہیں۔

اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط

بحر الرائق میں لکھا ہے:

> **وفی جامع الفصولین روی الطحاوی عن اصحابنا** یعنی طحاوی نے ہمارے ائمہ سے روایت کی ہے کہ آدمی بجز انکار کرنے اُس چیز کے کہ جس نے اُس کو ایمان میں داخل کیا ہے خارج از ایمان نہیں ہوتا، پھر جس بات کا یقین ہو کہ یہ ردت ہے تو حکم اس کا کیا جائے گا اور جس بات میں ردت کا شک ہو وہاں اُس کا حکم نہ کیا جائے گا۔ کیوں کہ اسلام ثابت شک سے زائل نہیں ہوتا۔ علاوہ برآں الاسلام یعلو ولا یُعلیٰ ہے، یعنی اسلام عالی ہے پست نہیں کیا جاتا۔ اور عالم کو سزاوار ہے کہ جب اُس کے سامنے کوئی ایسی بات پیش ہو تو وہ اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرے کہ اسلام مُکرَہ علی الکفر کا بھی صحیح ہے اور میں نے جو اس فصل میں مسائل نقل کیے ہیں، میں نے میزان اُن کا وہ قرار دیا ہے کہ بعض مسائل میں مذکور ہے کہ **انہ کفر مع انہ لایکفر** یعنی یہ بات کفر ہے باوجود یے کہ وہ کافر نہیں اس مقدمے کے قیاس پر انتہیٰ۔

فتاوی صغیرہ میں ہے کہ:

کفر شے عظیم ہے مَیں کسی مومن کو کافر نہیں کہتا، جب تک کہ کوئی روایت عدم

> کفر کی پاؤں اور خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب مسئلے میں بہت وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ مانع کفر کی پس مفتی کو لازم ہے کہ وجہ مانع کفر کی جانب مائل ہو، اور ایسا ہی تاتارخانی میں اور بحر الرائق و فتح القدیر اور در مختار میں لکھا ہے اور علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں بذیل قول استحلال المعصیة کفر کے لکھا ہے کہ جب قطعاً معصیت کا ہونا ثابت ہو تب یہ قول درست آئے گا اور جمع کرنا درمیان قول علما لا یکفر احد من اهل القبلة یعنی کوئی اہل قبلہ میں سے کافر نہیں کہا جاتا اور اُن کے قول کے من قال الخ یعنی جو قرآن کی مخلوقیت کا قائل ہے، یا استحالت رویت باری تعالیٰ کا، یا سب الشیخین اور امثال ذلک کے مشکل ہے، جیسا کہ شرح عقائد میں ہے اور شارح مواقف بھی کہتا ہے کہ جمہور فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہنا چاہیے اور کتب فتاویٰ میں ذکر ہے کہ سب الشیخین کفر ہے اور ایسا ہی اُن کی امامت کا انکار کفر ہے انتہی ۔

بے شک یہ مسئلہ وجہ اشکال عدم مطابقت بین المسائل الفرعیہ اور دلائل اصولیہ کا ہے ۔ اِس اشکال کو اس طرح دفع کرتے ہیں کہ نقل کتب فتاویٰ کے جن کا قائل کوئی معلوم نہیں، کوئی حجت نہیں کیوں کہ مدار اعتقاد کا مسائل دینیہ میں ادلۂ قطعیہ پر ہے، علاوہ برآں تکفیر مسلم میں مفاسد جلیہ وخفیہ مرتب ہوتے ہیں اور اس کا ذکر بناءً علی التهديد و التغليظ ہے۔

ابن ہمام نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حکم تکفیر اہل ہوا کا یہ ہے کہ یہ اعتقاد فی نفسہ کفر ہے اور قائل اس کا قائل بکلمۂ کفر الخ ۔

(۴) چہارم انھیں کتب فتاویٰ سے جن میں در باب تکفیر اسناد کرتے ہیں حکم تکفیر بہ نسبت امور مذکورہ کی کہ مخالف لوگ بھی تردید و تکذیب اُن روایتوں کی کرتے ہیں موجود ہے، چنانچہ ایک شخص اِس گروہ کا واسطے مسئلہ ذبح کے کتاب فصول عمادی مصنف (۱) کے پاس لایا اور بابت حرمتِ ذبیحہ کے برائے قادم و مہمان اُس کا حوالہ دیتا تھا۔ مصنف نے یہی کتاب فصول عمادی اُس کے ہاتھ سے

---

(۱) مراد از مصنف مولوی فضل رسول صاحب مرحوم ہیں (مترجم)

لے کر وہ مقام جس میں محمد اسماعیل بخاری مؤلف صحیح بخاری علیہ الرحمۃ کی تکفیر لکھی تھی نکال کر اُس کے سامنے پیش کیا، چنانچہ اُس کی زبان پر بے ساختہ یہی جاری ہوا کہ احکام تکفیر ایسی کتابوں کے قابلِ اعتبار نہیں۔

(۵) پنجم خوارج و معتزلہ مذہب حنفی میں ہزار در ہزار داخل ہیں شاگردان خاص امام اعظم اور امام ابو یوسف علیہم الرحمۃ کے متمذہب بمذاہب باطلہ گزرے ہیں، اور ہزاروں روایت انہوں نے اپنے مذہب کے مطابق کتب فتاویٰ میں داخل کر دی ہیں، چنانچہ فتاویٰ قنیہ والا جو بڑا مشہور آدمی ہے اور صاحب درمختار اور صاحب اشباہ وغیرہ متاخرین اُس سے روایات نقل کرتے ہیں، بڑا معتزلی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کتاب تفہیمات میں لکھتے ہیں کہ:

> مابین حنفیت اور اہل سنت کے عموم وخصوص من وجہ ہے، کسوٹی روایات فتاویٰ کے اصول مذہب کے ہیں۔ بغیر اس کسوٹی کے فتوی دینا ناجائز ہے۔

اب یہ قرن شیطان نہ لیاقت تطبیق کی رکھتے ہیں اور نہ فکر تحصیل علم کی کہ کس سے حاصل کریں۔ ان کی اصلی غرض یہی ہے کہ جہال کو گمراہ کریں اور گستاخانہ فتاوی کے نام سے منہ کھولیں۔ **ھداھم اللہ تعالیٰ۔**

تقویت الایمان کی چند عبارات کا رد

اب بعد تمہید اس مقدمے کے اولاً عبارت تقویت الایمان کی لکھ کر بعدہٗ اُس کی تردید کی جاتی ہے۔

> **قولہ** - اول معنی شرک کے سمجھنے چاہیے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور اُن کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت بر آنے کے لیے اُن کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی غلام نبی، کوئی غلام رسول، کوئی حسین بخش و حسن بخش و پیر بخش و مدار بخش و قلندر بخش و غلام حیدر۔ اور اُن کے جینے کے لیے کوئی کسی کے نام چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام ہڈی پہناتا ہے، کسی کے لیے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے

> نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دوہائی دیتا ہے اور کوئی باتوں میں کسی کے نام قسم کھاتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں، وہ سب کچھ جھوٹے مسلمان اولیا و انبیا اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پیروں سے کرتے ہیں، یہ جو دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں سو شرک میں گرفتار ہیں۔ فقط۔

الجواب - دیکھو اس نے صرف افعال اور اعمال کو شرک بتایا اول آیت:

> **وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الا وھم مشرکون** (یعنی نہیں ایمان لاتے اکثر اُن کے ساتھ اللہ کے مگر ابھی وہ مشرک ہیں)

اس دعوے پر دلیل لایا کہ دعوے راست کر دکھلائے، یہ وہی آیت ہے کہ معتزلہ اہل سنت کے مقابلے میں لاتے ہیں، اور دلیل پکڑتے ہیں کہ صاحب کبیرہ مومن نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت نے اس کا جواب دیا ہے کہ مراد ''یومن'' سے جو اس آیت میں ہے ایمان لغوی مراد ہے اور افعال کو مدار شرک کے قرار دیا ہے اور اعتقاد و اقرار کو اُس نے اُن کے ساتھ کچھ باور نہیں کیا۔ کَاَنْ لَمْ یَکُنْ سمجھا چنانچہ خود اُس نے لکھا ہے:

> **قولہ** کہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ اولیا و انبیا کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں، شرک جب ہوتا کہ ہم اُن کو اللہ کے برابر سمجھتے، اس سے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔

الجواب - دیکھو صرف ارتکاب افعال کو شرک کہہ دیا اور انجام کار تعمیم کر دی عبارت اُس کی:

> ''پھر خواہ یوں ہی سمجھے'' (سے لے کر) تا ''مشکلیں کھول دیتا ہے'' انتہی۔

الجواب - الغرض تمام کتاب اُس کی ایسی باتوں سے پُر ہے اور ظاہر ہے کہ یہی خوارج کا مذہب ہے اور جن دلائل سے اہل سنت مذہب خوارج کو رد کرتے ہیں، اُنہی دلائل سے احکام تقویت الایمان کے مردود ہو جاتے ہیں۔

اب خصوصاً اُن افعال کو جنہیں اس نے کفر قرار دیا ہے معلوم کرنا چاہیے کہ خاص خاص حکم ہر ہر فعل پر شرح میں کیا ہے۔ اول تو سجدہ برائے غیر خدا اظہر ہے اور اقبح، اس کا حال یہ ہے کہ سجدہ

سوائے خدا کے دو قسم ہے ایک سجدۂ عبودیت اور دوسرا سجدۂ تحیت، عبودیت وہ ہے کہ غیر خدا کو معبود اور الٰہ برحق اعتقاد کر کے سجدہ کرے، تو یہ سجدہ شرک ہے اور سجدۂ تحیت وہ ہے کہ پہلی شریعتوں میں جائز تھا اور اس شریعت میں ناجائز، ہر چند بعضے فقہا بعضے مقامات میں اُس کے جواز کے قائل ہیں، مگر مفتیٰ بہ اور مختار یہی ہے کہ حرام ہے اور شرک نہیں، کیوں کہ اگر شرک ہوتا تو پہلی شریعتوں میں جائز نہ ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو والدین اور بھائیوں نے۔ چنانچہ قرآن شریف میں صاف منصوص ہے۔

یہ بڑی بیوقوفی کی بات ہے کہ جو تقویت الایمان میں لکھی ہے کہ:

> **قولہ**- جو کوئی یہ بات کہے کہ کسی مخلوق کو سجدہ کرنے (سے لے کر) تا چاہیے کہ یہ بہنوں سے بھی نکاح کرلیں۔ انتہیٰ۔

الجواب - یہ نہیں سمجھا کہ حرمت و ممنوعیت اور چیز ہے اور شرک اور چیز ہے۔ حلت و حرمت بہ اختلاف ملل و شرائع بلکہ ایک ہی ملت میں بہ اختلافِ اوقات مختلف ہو جاتے ہیں، کبھی ایک ہی چیز حرام ہوتی ہیں اور کبھی حلال، ان میں کلام نہیں، کلام شرک میں ہے کہ ساری ملتوں و دینوں میں اور کل اوقات میں جائز نہیں۔ اگر یہ سجدہ شرک ہوتا تو کبھی جائز نہ ہوتا اور یہ قیاس نکاح بہنوں پر کرنا قیاسِ ابلہانہ و ملحدانہ ہے، کہ ارتکاب افعال محرمہ اس شریعت کو کہ پہلی شریعتوں میں مباح تھے، خیال شرک کا کرنا خالی از جنون و الحاد نہیں۔

لطف یہ ہے کہ خود دوسری جگہ اُسی تقویت الایمان میں لکھتا ہے کہ:

> شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں تھا۔

پس اب اس کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ مجوزہ پہلے دینوں کا شرک نہیں ہے اور یہ تفصیل مذکور ہر چند کتب دین میں لکھی ہے مگر اُن کتابوں کی نقل بھی ضرور ہے۔

خانوادۂ شاہ ولی اللہ اور افکار اسماعیل دہلوی

اب مناسب نظر آتا ہے کہ اس تقویت الایمان والے کے خاندان کی کتابوں سے اس کو مردود کرنا چاہیے تا کہ راستہ عذر کا اُس پر مسدود ہو جائے۔ تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ:

> زمین پر پیشانی رکھنی دو طور پر ہوتی ہے ایک تو واسطے ادائے حق عبودیت

> کے یہ سارے دینوں اور ملتوں میں سوائے خدا کے حرام و ناجائز ہے کسی وقت جائز نہیں ہوا، کیوں کہ یہ محرمات عقلیہ سے ہے اور محرمات عقلیہ تبدل ادیان و ملل سے متبدل نہیں ہوتے، دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ تعظیم مشعر غایت تذلل کے ہے اور غایت تذلل اُس کے واسطے لائق ہے کہ غایت عظمت و بزرگی میں ہو، اور غایت عظمت وہ ہے کہ ذاتی ہو اور عظمت ذاتی خاصۂ خدا ہے، کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔
>
> دوسرا سجدہ وہ ہے کہ واسطے تکریم و تحیت کے ہو، جیسا سلام کرنا اور سر جھکانا یہ بات بہ اختلاف رسوم و عادات اور تبدل ازمنہ و اوقات کے مختلف ہو جاتی ہے، گاہے جائز اور گاہے حرام، پہلی امتوں میں جائز تھی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں واقع ہوا ہے۔
>
> **قولہ تعالی وخرّوالہٗ سُجّداً** یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے سجدہ کرتے ہوئے گرے اور ہماری شریعت میں باہم مابین مخلوقات کے حرام و ممنوع ہے فرشتوں کا سجدہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے ہوا تھا، اسی قبیل سے تھا انتہٰی۔

دیکھو عظمت کو مقید بقید ذاتی کیا ہے اور تقویت والا اپنے الحاد سے اپنے الحاد کے سبب مطلق لکھتا ہے، اور کہتا ہے:

> خواہ یوں سمجھے خواہ یوں سمجھے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

اور چونکہ کتب اسحاقیہ میں جو وہ بھی کوچک ابدال اسماعیلیہ ہیں اور آج کل وہ اس ملت کے معتمد علیہ ہیں، بھی اس تفصیل کا اقرار ہے اور شاہد لانا ضروری نہیں۔

مائۃ المسائل دیکھو کہ جواب میں تیرہویں سوال کے سجدۂ تحیت کو حرام اور سجدۂ عبادت کو شرک لکھا ہے۔ اب جائے غور ہے کہ سب افعال میں سجدہ عمدہ ہے، جب یہ بھی مقید ہے، تو دوسری چیزوں کا اطلاق کس طرح جائز ہو سکتا ہے (یعنی جب یہ سجدہ ہی مطلقاً شرک نہ ہوا تو دوسرے افعال مطلقاً کس طرح شرک ہو سکتے ہیں۔ مترجم)

صاحب مأۃ المسائل تقبیل اور انحنا کو مکروہ لکھتا ہے اور سجدۂ تحیت اور طواف کو حرام کہتا ہے، تقویت الایمان میں سب کو شرک قرار دیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ طواف سجدہ تحیت جیسا نہیں، قریب تقبیل کے ہے اور کراہیت ان باتوں کے مابین فقہا کے مختلف فیہ ہے، ایسی باتیں باعث انکار و نفریں کا مرتکبیں پر نہیں ہوسکتیں، چہ جائے کہ اُن کی تکفیر کی جائے، اس واسطے کہ بہت اکابر دین ان کے جواز کی تصریح کرتے ہیں، اگرچہ ایک جماعت عدم استحسان کو ترجیح دیتی ہے اور فقیر بھی اسی مسلک کا سالک ہے (یعنی مکروہ تنزیہی کا قائل ہے۔ مترجم)

بھلا اسماعیلیہ و اسحاقیہ کو معلوم نہیں ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کتاب انتباہ میں در باب سلاسل اولیاء اللہ کے لکھتے ہیں کہ:

> واسطے کشف قبور کے اس طرح چاہیے کہ جب مقبرے میں جائے تو دوگانہ ادا کرکے اُس بزرگوار کی روح کو پہنچائے، اگر سورۂ فتح یاد ہو تو پہلی رکعت میں وہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، اور اگر سورۂ فتح یاد نہ ہو تو دونوں رکعت میں سورہ اخلاص پانچ پانچ بار پڑھے، بعدۂ پشت بقبلہ متوجہ بقبر بیٹھے، ایک بار آیۃ الکرسی اور کچھ سورتیں اور ختم کرکے تکبیر کہے، بعدۂ سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھتا جائے اور طواف جانب راست سے شروع کرے پھر پایاں قبر کی طرف رخسارہ رکھے اور رخِ میت کے قریب بیٹھے اور یا رب ۲۱/ دفعہ کہے، پھر جانب شمال کہے یا روح، اور دل پر یا روح یا روح کی ضرب لگائے، جب تک انشراح قلب نہ ہو پائنتی بیٹھا رہے، انشاء اللہ تعالیٰ کشف قبور اور کشف ارواح ہوجائے گا انتہی۔

تمت باقی آئندہ، العبد فقیر غلام قادر عفی عنہ

☆☆☆

بعض مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	**احقاق حق**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	**عقیدۂ شفاعت**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۳	**اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	**اکمال فی بحث شد الرحال**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	**فصل الخطاب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	**حرز معظم**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	**مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	**شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	**شمس الایمان**	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۰	**الکلام السدید**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۱	**رد روافض**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۲	**سنت مصافحہ**	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۳	**مردے سنتے ہیں؟**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۴	**مضامین شہید**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۵	**ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل**	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۶	**عرس کی شرعی حیثیت**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۷	**فلاح دارین**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۱۸	**خطبات صدارت**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۱۹	**مثنوی غوثیہ**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۰	**عقائد اہل سنت**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۱	**دعوت عمل**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲۲	**نگارشات محب احمد**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۳	**عظمت غوث اعظم**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۴	**شارحۃ الصدور**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۵	**الدرر السنیۃ** ترجمہ از :	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

۲۶	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۷	**ریاض القرأت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۸	**تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول)	مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی
۲۹	**مختصر سیرت خیرالبشر**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۰	**احوال ومقامات**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۱	**خمیازۂ حیات** (مجموعۂ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۲	**باقیات ہادی**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳	**مدینے میں** (مجموعۂ کلام)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۴	**مفتی لطف بدایونی:** شخصیت اور شاعری	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۵	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۶	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۷	**حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۸	**احادیث قدسیہ**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۹	**تذکرۂ ماجد**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۰	**خامہ تلاشی** (تنقیدی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۱	**تحقیق وتفہیم** (تحقیقی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۲	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۳	**اسلام :ایک تعارف** (ہندی، مراٹھی)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۴	**طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول)	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۴۵	**فلاح دارین** (ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۴۶	**عقائد اہل سنت** (ہندی)	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۴۷	**خواجہ غلام نظام الدین قادری**	محمد تنویر خان قادری بدایونی
۴۸	**Understanding Islam**	Maulana Usaid ul Haq Qadri
۴۹	**Call to Action**	Maulana Abdul hamed qadri
۵۰	**100,Hadith Qudsi**	Maulana Usaid ul Haq Qadri

☆☆☆